9

سب سے اہم موضوع پر جامع آگاہی

توحید

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

ابو عبداللہ

(سب سے اہم موضوع پر جامع آگاہی)

(۹)

توحید

(لا الٰہ الّا اللہ)

ابو عبداللہ

(جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں)

نام کتاب: توحید (لا الٰہ الاّ اللہ)
تالیف: ابوعبداللہ
اشاعت اول: 2024ء (1445ھ)

....

ہمارا عزم

(۱)۔فرقہ واریت اور تعصب و تنگ نظری سے چھٹکارہ ، (۲)۔اخلاص و سچائی کی ترویج، (۳)۔ قرآن و سنت کے پختہ دلائل کو بنیاد بنانا،(۴)سلف کے فہم سے استفادہ کرنا،(۵)۔احتیاط اور ذمہ داری کو ملحوظ رکھنا،(۶)۔اعتدال پر رہنا (۷)۔ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے: ''حق اور سچ کو من وعن واضح کرنا''۔

نوٹ

(۱)۔دیانتداری سے کوشش تو پوری کی گئی ہے کہ سچائی کو واضح کیا جائے۔لیکن انسانی کاوش خطا سے پاک نہیں۔اسلئے اگر کہیں کوئی خطا ہوئی ہوگی تو وہ دانستہ نہیں، بلکہ سہواً ہی ہوئی ہوگی۔لہٰذا اگر کہیں کوئی کمی بیشی نظر آئے،کوئی بات قرآن وسنت سے عدم مطابقت پر نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔اگر واقعتاً ایسا ہی ہوا تو انشاء اللہ ہم فوراً رجوع کریں گے۔اللہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔(آمین)

(۲)۔صالحین کا ادب واحترام ہم پر لازم ہے اور بالخصوص انبیاء علیہم السلام کی عزت وتوقیر ایمان کی شرط ہے۔لہٰذا تصانیف میں ہم نے الفاظ کے چناؤ میں ہر ممکن ادب واحترام (Ethics) کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔لیکن شوشل میڈیا پر موجود مواد کو آسانی سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا اس ضمن میں ہمارے اس مواد میں کوئی بے ادبی پر مبنی قابل اعتراض الفاظ نظر آئیں،تو وہ یقیناً کسی نے ہماری تحریر میں تحریف کی ہوگی۔لہٰذا اس صورت حال میں ہم سے تصدیق کرنا ضروری ہے۔

☆ چونکہ اس مسودہ کی پروف ریڈنگ ابھی پوری طرح سے نہیں ہوسکی،لہٰذا الفاظی غلطیوں کیلئے پیشگی معذرت۔

انتساب!

اللہ وحدہٗ لاشریک کے نام جو معبودِ واحد ہے، جس کا کوئی ہمسر، ثانی اور شریک نہیں۔ اُسی نے عدم سے کائنات تخلیق کی اور اُسی کے دم سے کائنات رواں دواں ہے۔

فہرست

☆ انتہائی قابل غور...5
☆ دین کی اولین بنیاد...6
☆ اہمیت وضرورت 7
(۱)۔ بعثتِ انبیاء علیہم السلام کا بنیادی مقصد 7
(۲)۔ ملت ابرہیمی...11
☆ تنبیہات کا خلاصہ 14
☆ شیطانی نقب...16
☆ دعوت توحید پر قوموں کا ردعمل 17
☆ توحید میں اعتدال کی ضرورت...19
☆ توحید کی تفہیم 20
☆ توحید ذات...20
☆ توحید ربوبیت...21
☆ توحید الوہیت (انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مرکز ومحور) 26
☆ الٰہ (معبود) کی صفات/ معنیٰ ومفہوم 28
☆ کارساز کا ادراک 33
☆ مخلوقات کا دائرہ کار 37
☆ علم غیب 45
☆ عبادت؟...51
☆ حق کی تلاش میں: بطور نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ..........54
☆ ہماری دعوت...55
☆ ہماری اہم تحاریر...56

انتہائی قابلِ غور!

تعصب وتنگ نظری اور فرقہ واریت کی انتہائی خطرناک بیماری کی موجودگی میں حق بات کو جاننا اور ماننا انتہائی مشکل بلکہ پہاڑ سر کرنے سے بھی دشوار ہوتا ہے۔اس خطرناک مرض کی بنا پر مکار ابلیس کو بے شمار چالوں کے ذریعے انسان کو قابو کرنے کا موقع مل جاتا ہے جو انسان کے قبولیتِ حق کی راہ میں حائل ہو کر اسکی منزل کھوٹی کر دیتی ہیں۔ان حالات میں انسان سچائی کو جاننے اور ماننے کیلئے آمادہ ہی نہیں ہو پاتا بلکہ اپنے ذہن و مسلک کے خلاف حق بات سے آگاہی سے شدید ناگواری محسوس کرتا ہے اور سچائی کی طرف رہنمائی کرنے والوں کا دشمن بن جاتا ہے۔

لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں یہ تحریر ''توحید (لا الٰہ الا اللہ)'' آپ کیلئے مفید ہو سکے،سچائی پر مبنی اس تحریر کے حقائق آپکی سمجھ میں آجائیں اور انہیں تسلیم کرنے کی توفیق آپ کو نصیب ہو جائے۔تو اس تحریر کے مطالعہ سے قبل ہماری مختصر تحریر ''**ھدایت**'' کا مطالعہ ضرور کر لیں تاکہ حق بات جاننے اور تسلیم کرنے کی راہ میں حائل مکار ابلیس کی چالیں آپ پر واضح ہو جائیں۔

ڈگری کی رکاوٹ

مذکورہ تحریر ''ہدایت'' میں راہِ ہدایت میں حائل بے شمار رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ یعنی دین پر بات کرنے کیلئے کسی مدرسہ سے سند یافتہ ہونا ضروری ہے،اس پر چند ضروری باتیں سمجھ لیں:

تحصیل علم کیلئے باقاعدہ کورسز کی افادیت سے تو انکار نہیں۔تحصیل علم میں جتنا زیادہ وقت دیا جائے،اسی قدر علم میں اضافہ ہوگا۔لیکن مقصد علم ہے نہ کہ ڈگری۔دین کا علم سیکھنے کیلئے ڈگری شرط نہیں۔ڈگری کے بغیر بھی مختلف ذرائع (قرآن وسنت،استاد،تقاریر وتحاریر،شروح) سے علم سیکھا جا سکتا ہے، جیسا کہ ہمارے اسلاف (ائمہ ومحدثینؒ) نے سیکھا۔اگر فرقہ واریت کی جگہ اسلام ترجیح ہو تو مدارس کی ڈگریاں مفید ثابت ہوں۔مخلص اہل علم علماء حضرات تو انسانوں کیلئے بہت بڑا سرمایہ ہیں۔لیکن مدارس سے اپنے فرقے کے علاوہ باقیوں کی نفی کی ڈگری سے،کس خیر کی امید کی جا سکتی ہے؟ کس کی ڈگری مانیں گے اور کس کی نہیں؟ ہر کوئی اپنے فرقہ کی ڈگری کو عین حق،جبکہ باقی سب کی ڈگریوں کی نفی،بلکہ اپنے سوا باقیوں کو گمراہ قرار دیتا ہے۔حالانکہ سب صرف ونحو کی پیچیدگیوں سمیت قرآن،حدیث،فقہ،منطق...... سیکھ کر فارغ ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں! حقیقی علم صرف اسے ہی نصیب ہوگا،جو مخلص ہوگا۔جس کا مقصد نہ فرقے،نہ دولت،نہ عزت نہ شہرت ہوگی،بلکہ اللہ کی رضا اور اسلام مقصود ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء

والمرسلين و على آله وصحبه اجمعين اما بعد!

دین کی اولین بنیاد

زمانہ آنحضور ﷺ کے دورِ مبارک سے جس قدر دور ہوتا چلا جائے گا اُسی قدر راہِ حق سے لوگ دور ہوتے جائیں گے۔حق و باطل کی آمیزش اور دین میں خیانت بڑھتی جائے گی۔ہم آنحضور ﷺ کے دورِ مبارک سے بہت دور ہیں اور قیامت کے قریب ہیں۔اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ہم دین میں خیانت ہونے کی بابت مخبر صادق ﷺ کی پیشین گوئی (دیکھئے: صحیح بُخاری، رقم: 3650) کے مصداق بن چکے ہیں۔جو چیزیں اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک انتہائی اہم تھیں وہ ہمارے نزدیک غیر اہم بن چکی ہیں اور جو چیزیں اللہ و رسول ﷺ کے نزدیک بہت زیادہ اہم نہیں تھیں وہ ہمارے دین کی پہچان اور اصل بنیاد بن چکی ہیں۔

فرقہ واریت اور قرآن حکیم سے دوری کی وجہ سے الا ماشاء اللہ اکثریت اصل دین سے ہٹ چکی ہے۔دین کا وہ سب سے اہم نکتہ جس کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا، وہ توحید باری تعالیٰ یعنی (لا الہ الا اللہ) ہے۔جب تک اس حقیقت کو جاننا زندگی کی اولین ترجیح نہ بنائیں گے بات نہ بنے گی۔اس حقیقت کو جان کر اس پر عمل پیرا ہوں گے تو بات بنے گی۔جس نے (لا الہ الا اللہ) کو سمجھنا اور اسے تسلیم کرنا زندگی کی اولین ترجیح نہ بنایا اس نے سب کچھ جان کر بھی کچھ بھی نہ جانا! یہ مختصر تحریر اسی کلمہ کی اہمیت و تفہیم کے اجمالی بیان کیلئے مرتب کی گئی ہے، جبکہ تفصیلی آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر: (توحید کا جامع تصور)

اہمیت وضرورت

اس موضوع کی اہمیت کے حوالے سے کئی پہلوؤں پر بات ہوسکتی ہے،لیکن اختصار کی خاطر صرف دو پہلو سمجھتے ہیں:(۱)۔بعثتِ انبیاءعلیہم السلام کا بنیادی مقصد اور(۲)۔ملت ابرہیمی (علیہ السلام)؟

(۱)۔بعثتِ انبیاءعلیہم السلام کا بنیادی مقصد

ِ انبیاءعلیہم السلام کومبعوث کرنے کا ایک عمومی مقصد ہے اور ایک خصوصی مقصد۔لیکن افسوس کہ الا ماشاء اللہ مسلمان ان دونوں مقاصد کو بھول چکے ہیں۔ہم ہائی جیک ہو چکے ہیں اور ہمارے لئے یہ دونوں مقاصد اجنبی ہو چکے ہیں۔

<u>عمومی مقصد:</u> ِ انبیاءعلیہم السلام کو مبعوث کرنے کا عمومی مقصد یہ ہے کہ جس نبی پر جو کتاب نازل کی گئی ہے لوگوں کو اس کتاب پر لایا جائے۔لوگ انبیاءعلیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں کی پیروی کو سختی سے ملحوظ رکھیں اور انہیں ضابطہ حیات بنائیں،جیسے ہمارے لئے قرآن حکیم نازل کیا گیا۔اس ضمن میں مذکورہ حقیقت یوں واضح کی گئی:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o﴾ (آل عمران:164:3)

”یقیناً اللہ نے احسان کیا اہل ایمان پر کہ انہیں میں سے ان میں اپنا رسول مبعوث فرما دیا جو انہیں آیات پڑھ کر سناتا ہے،ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب کی تعلیم اور حکمت سکھاتا ہے۔اور اس سے قبل یہ سب کھلی گمراہی میں تھے۔“

یہاں یہ حقیقت دوٹوک الفاظ میں بالکل واضح کردی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو مبعوث کر کے اللہ نے یہ احسان عظیم اسلئے کیا ہے کہ قرآن کی آیات،انکی تعلیم اور اسکی حکمت کے ذریعے لوگوں کا تزکیہ کیا جائے۔اور یہ بات بھی واضح کردی کہ اس قرآن سے آگاہی سے قبل لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔یعنی صحابہؓ جیسے عظیم لوگوں کو بھی گمراہی سے بچنے اور حقیقی تزکیہ پر آنے کیلئے قرآن حکیم سے آگہی اور اس

پرعمل پیرا ہونے کی حاجت ہے،تو ہم کس باغ کی مولی ہیں؟ لیکن افسوس کہ الا ماشاء اللہ ہمیں قرآن سے تو سوائے بغیر سمجھے تلاوت کے کوئی لینا دینا نہیں اور ہر کسی نے اپنے اپنے تزکئے کے معیارات بنا لئے ہیں! دوسری بات یہ کہ جس مقصد کیلئے نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا گیا،اس مقصد کو ترک کرنا کیا آپ ﷺ کی بعثت کی قدر دانی کرنا ہے یا ناقدری!

بعثت کے اس عمومی مقصد پر مزید آگاہی کیلئے دیکھئے: (سورہ جمعہ: آیت:2، البقرہ: 129)

<u>بعثت کا خصوصی مقصد:</u> ہمارے پیارے رسول ﷺ سمیت دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف آوری کا خصوصی مقصد (لا الہٰ الا اللہ) یعنی ہر نوع کے شرک سے بچا کر اللہ کی وحدانیت لوگوں میں راسخ کرنا تھا۔نزولِ قرآن کا عمومی مقصد تو دین کے سارے احکامات کا تبین ہے لیکن خصوصی مقصد اللہ کی وحدانیت ہے،جیسا کہ پروردگار نے فرمایا:

﴿ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ o ﴾ (ابراہیم:52:14)

”اس قرآن کا لوگوں کی طرف پہنچا دیا جانا ہے،تاکہ لوگ اسکے ذریعے سے متنبہ کر دیئے جائیں اور لوگ اس حقیقت کو جان لیں کہ وہ معبود صرف ایک ہی معبود ہے،تاکہ عقلمند لوگ عبرت و نصیحت پکڑ لیں۔“

اس آیت کریمہ پر جتنا بھی سوچیں کم ہے۔اس میں حقیقت ہر طرح سے اتنے جامع اور زوردار انداز سے کھول دی گئی ہے کہ ابلیس کے ہاتھوں ہائی جیک ہونے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی گئی۔یہاں یہ بات بالکل واضح کر دی گئی ہے کہ قرآن لوگوں کی طرف اس خصوصی اور سب سے بڑے مقصد کے تحت اتارا گیا ہے کہ لوگ (لا الہٰ الا اللہ) کی حقیقت کو جان کر اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا لیں۔لیکن افسوس کہ ہم کسی اور ہی طرف رختِ سفر ہیں۔!

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی دعوت کا مرکز و محور بھی توحید ہی تھی جسے بڑے واضح انداز میں یوں بیان کیا گیا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَآ اُشْرِكَ بِهٖ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَيْهِ مَاٰبِo﴾

(سورۃ الرعد، آیت:36)

''فرما دیجئے مجھے تو صرف اللہ کی بندگی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے کہ کسی کو اسکے ساتھ شریک ٹھراؤں اور اسی کی طرف میں دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔''

مزید فرمایا:

﴿ وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ o قُلۡ اِنَّمَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـهُکُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ o﴾ (الانبیاء: 107-108)

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ (ﷺ) کو مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر۔ فرما دیجئے کہ میری طرف تو یہی وحی کی گئی ہے کہ تم سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو کیا تم ماننے والے ہو؟''

آپ ﷺ نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (گورنر بنا کر) بھیجا تو فرمایا:

((فلیکن اول ماتدعو هم الی ان یوحدوا اللہ تعالیٰ))

(بخاری، التوحید، رقم:7372)

''پہلی چیز جس کی طرف تُو انکو دعوت دے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید ہونی چاہیئے۔''

پیغمبرانہ سنت تو یہی تھی لیکن افسوس کہ آج ہماری دعوت میں دنیا جہاں کے موضوعات ہوتے ہیں لیکن توحید پر کم ہی بات ہوتی ہے...........!

دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی بنیاد

اللہ تعالیٰ نے نبی پر نبی بھیجا اور انہیں ترجیحی بنیادوں پر ایک ہی بنیادی نقطے پر دعوت کا حکم دیا، اور وہ بنیادی نقطہ توحید الوہیت (عبودیت) تھا، جیسا کہ:

حضرت نوح علیہ السلام نے ان الفاظ میں دعوتِ توحید قوم کے سامنے پیش کی۔

﴿ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ ﴾ (سورۃ الاعراف، آیت۔59)

''اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت کا ذکر یوں آیا:

﴿وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ﴾

(سورۃ الاعراف، آیت:65)

''اور عاد کی طرف ہم نے انکے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے کہا، اے برادرانِ قوم! اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمھارا کوئی الہٰ نہیں۔''

اسی طرح انہیں الفاظ میں دعوت دی: حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت یوسف، اور حضرت عیسیٰ .... علیہم السلام سمیت دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے، تفصیل کیلئے دیکھئے:

(سورۃ الاعراف۔73)، (سورۃ الاعراف۔85)، (سورہ یوسف:12 آیت:40)، (سورہ زخرف، آیت۔64)

تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو ایک آیت کریمہ میں یوں واضح کر دیا گیا:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (سورۃ الانبیاء، آیت:25)

''ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے، اسے یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری ہی بندگی کرو''

<u>خبردار کر دیا:</u> پروردگار نے انسانیت کو اس ضمن میں انتہائی شدید تنبیہات کے ذریعے سے بھی خبردار کر دیا تاکہ ہلاکت سے بچا جا سکے، ارشاد ہوا:

☆ ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُکُمْ صٰعِقَۃً مِّثْلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ٥ اِذْ جَآءَتْھُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہ ..﴾

(حٰم السجدہ:41:13-14)

''پس پھر اگر یہ اعراض کریں تو انہیں کہہ دیجئے کہ میں تمہیں اس کڑک سے ڈراتا ہوں جو عاد اور ثمود کی کڑک کے مثل ہوگی۔ جب انکے پاس رسول آئے انکے سامنے اور پیچھے سے (اور

یہی تقاضا کیا کہ) تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو...‘‘

☆ ﴿ وَ لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ فَتُلۡقٰی فِیۡ جَھَنَّمَ مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا o﴾

(بنی اسرائیل:39:17)

’’(اے انسان یاد رکھ!) مت بنانا اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود ورنہ (شرک کی سزا میں) تجھے پھینک دیا جائے گا جہنم میں ملامت زدہ حالت میں دھکے دیتے ہوئے۔‘‘

لیکن افسوس کہ یہ تنبیہات ہمارے لئے بہت ہلکی ہو چکی ہیں۔ یہاں تو ہم خوش فہمیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں، لیکن بوقتِ موت ہوش ٹھکانے آ جائیں گے، طوطے اڑ جائیں گے۔ اللہ ہمیں ہدایت دے۔ (آمین)

(۲)۔ ملت ابرہیمی

ہمارا دین ، دینِ ابراہیمی ہے۔ ہر نبی کی کچھ امتیازی صفات ہوتی ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا امتیازی وصف قرآن میں ہر نوع کے شرک سے سخت اجتناب اور اللہ کی توحید پر جم جانا، اللہ کی طرف مکمل یکسو ہو جانا بیان ہوا ہے۔ اسی امتیازی صفت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے رسول ﷺ کو بھی انہیں کی ملت کی پیروی کا حکم دیا ہے:

☆ ﴿ ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰھِیۡمَ حَنِیۡفًا وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ o﴾ (النحل:123:16)

’’پھر ہم نے وحی کی آپ کی طرف کہ پیروی کرو ملتِ ابراہیم کی، جو یکسو تھے اللہ کی طرف اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔‘‘

حنیفا کا مطلب ہے: کسی کی طرف یکسو ہو جانا، اپنے آپ کو اسکے حوالے کر دینا، اسی کی طرف متوجہ ہو جانا، اسے اپنا کارساز بنالینا۔ یہ امتیازی صفت تھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی۔

نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا:

☆ ﴿ وَ اَنۡ اَقِمۡ وَجۡھَکَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا وَ لَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ o ﴾

(یونس:105:10)

''اور یہ کہ قائم رکھو اپنے آپ کو دین (اسلام) پر یکسو ہو کر، اور ہرگز نہ ہو جانا تم شرک کرنے والوں میں سے۔''

☆ ﴿قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ (الانعام:6:161)

''اے رسول! فرما دیجئے، میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھا دی ہے یعنی راست دین (جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں) جو طریقہ ہے ابراہیم کا جو یکسو (ایک اللہ کی طرف متوجہ) ہو گئے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے''

اسی امتیازی صفت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو پوری امت کے برابر قرار دیا:

☆ ﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا وَ لَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ (النحل:16:120)

''واقعہ یہ ہے کہ ابراہیم اپنی ذات میں ایک پوری امت تھے، اللہ کا مطیع وفرمانبردار، یکسو اور وہ کبھی بھی مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور انکے پیروکاروں نے شرک کے حوالے سے اپنی قوم کے لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ ہماری اور تمہاری راہیں بالکل جدا ہو چکی ہیں الا کہ تم شراکت سے باز آجاؤ:

﴿اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾ (سورہ الممتحنہ:60:4)

''کہ ہمارا تم سے اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو ان سب سے کوئی تعلق نہیں، ہم تمھارے طریقے کو ماننے سے انکار کر چکے ہیں، اور ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کیلئے بغض وعداوت کی بنا پڑ گئی ہے، جب تک کہ تم اکیلے اللہ کو نہ مان لو۔''

اللہ تعالیٰ نے اس ملت ابراہیمی سے منہ پھیرنے والے کو بے وقوف قرار دیا ہے:

﴿وَ مَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰھٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ (البقرہ:2:130)

''ابراہیم کی ملت (یعنی طرز دین) سے تو وہی بے رغبتی کرے گا، جو محض بے وقوف ہو۔''

اللہ ہماری اصلاح فرمائے، الا ماشاء اللہ اکثریت اسی بے وقوفی کی راہ پر گامزن ہو چکی ہے۔

پس: بلا شک وشبہ معلوم ہوگیا کہ شرک سے بچ جانا ہی ملت ابراہیمی میں داخل ہونا ہے۔لیکن افسوس کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ کے برعکس اب حالات یہ ہو چکے ہیں کہ جو اللہ کے لئے یکسوئی اختیار کرے اسے منکر قرار دے دیا جاتا ہے۔حالانکہ یہی انسانیت کی عظمت اور معراج تھی جو انسان سے مطلوب تھی، جیسا کہ ہمارے رب نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَ اتَّخَذَاللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًاo﴾ (سورۃ النساء:4:125)

''اور کس کا دین اس سے بہتر؟ جس نے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دیا ہو اور وہ نیکوکار بھی ہو اور یکسو ہو کر پیروی کر رہا ہو ابراہیم کے طریقے کی اور ابراہیم کو اللہ نے اپنا خلیل چُن لیا تھا۔''

یہ دعوت عام ہے ہر ایک فرد کے لیے جو سچے صراط مستقیم کو تھامتے ہوئے عظیم ترین کامیابی اور رفعتوں کا خواہاں ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے دوٹوک اعلان کروادیا کہ توحید وشرک کے معاملے میں کسی کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کرنا:

﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ o لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ o وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ o وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ o وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُo لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ o﴾ (سورۃ الکافرون)

''فرما دیجئے اے کافرو! میں نہیں عبات کرتا انکی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اسکی تم عبادت نہیں کرتے۔اور میں پرستش کرنے والا

نہیں ہوں انکی جن تم پرستش کرتے ہو اور تم اسکی بندگی کرنے والے معلوم نہیں ہوتے جسکی میں بندگی کرتا ہوں۔ تمھارے لئے تمھارا راستہ اور میرے لئے میرا راستہ۔"

لہٰذا دھوکے سے نکلیں۔ اپنے ساتھ ظلم نہ کریں۔ اللہ اور اسکے پیارے رسول ﷺ سے بڑھ کر آپکا کوئی خیر خواہ نہیں۔ سب کو انکے تابع کرلیں بروز قیامت کوئی کام نہ آئے گا۔

قرآنی تنبیہات کا خلاصہ

توحید سے دوری اور شراکت کی ہلاکت سے بچانے کیلئے، قرآن وسنت میں وارد شدید تنبیجات کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

(۱)۔ خالق نے اپنا قانون واضح کردیا ہے کہ بروز قیامت جو کوئی بھی شرک کی آمیزش کے ساتھ آئے گا، اس پر ہمیشہ کیلئے بخشش کے دروازے بند کردیئے جائیں گے، دیکھئے: (نساء، آیت:48)

(۲)۔ شرک کے ساتھ آنے والے بدنصیبوں کیلئے نبی کریم ﷺ نے شفاعت سے اعلان براءت فرمالیا ہے (من مات من امتی لایشرک باللہ شیئا)۔ یعنی میری شفاعت کا حقدار وہ ہوگا (جو میری امت میں اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا تھا)۔

(مسلم، رقم:491، بخاری:6304)

(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شرک کا ارتکاب کرنے والوں کیلئے دعائے مغفرت سے روک دیا۔ یہاں تک کہ ایسے لوگ آپ ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ (سورہ توبہ: آیت:13)

(۴)۔ غلاظت شرک کی سنگینی واضح کرنے کیلئے پروردگار نے مثال دی کہ جس نے شرک کا ارتکاب کیا وہ ایسے ہے گویا، آسمان سے نیچے گر گیا، اسکے چیتھڑے ہوگئے، اسکا گوشت ہواؤں میں بکھر گیا اور پرندے اسے اچک لے گئے۔ (سورہ الحج، آیت:31)

(۵)۔ توحید سے بے رغبتی اور شرک کے مرتکب کو بے وقوف و پاگل قرار دیا گیا۔ (البقرہ: آیت:130)

(۶)۔قرآن مجید میں شرک اور بدکاری کو ایک جیسی غیر اخلاقی جنس سے تعبیر کیا گیا۔

(سورۃ النور،آیت۔3)

(۷)۔شرک کے ارتکاب پر زندگی بھر کے کیئے ہوئے نیک اعمال: عبادات، نماز روزہ، قربانی، صدقہ وخیرات، دعوت دین سمیت تمام کاوش اکارت۔ بات کو سمجھانے کیلئے انبیاء علیہم السلام بلکہ امام الانبیاء علیہ السلام کی مثال بھی دے دی گئی کہ خدانخواستہ یہ عظیم لوگ بھی شرک کرتے تو ان کے زندگی بھر کے اعمال بھی اکارت ہوجاتے۔(سورہ انعام،آیت:88، مر،آیت:65)

انبیاء علیہم السلام سے تو نعوذ باللہ اس بات کا کوئی امکان نہیں یہ تو محض ہمیں سمجھانے کیلئے آیات نازل کی گئیں کہ ہم ہوش کے ناخن لیں۔لیکن اسکے باوجود بھی ہم نیند سے بیدار ہونے کیلئے تیار نہیں۔ اس سنگین صورت حال کے پیش نظر تو زندگی کی اولین ترجیح: شرک اور توحید کو سمجھنا اور غلاظت شرک سے بچنا ہی ہونی چاہیئے تھی۔امام الانبیاء علیہ السلام سمیت دنیا میں مبعوث ہونے والے دیگر تمام انبیاء علیہم اسلام کی دعوت کی بنیاد اور زندگی بھر کی محنت کی اولین ترجیح توحید کو سمجھانا اور شرک سے بچانا ہی رہی جس پر قرآن گواہ ہے۔اسی دعوت کی بنیاد پر شیطان نے لوگوں کو انبیاء علہیم السلام جیسی پاکیزہ ہستیوں کے قتل پر اکسایا، دیکھئے:

(سورۃ الانبیاء،آیت۔۲۵)، (سورۃ النحل،آیت۔۳۶)،(سورہ اعراف ،آیت۔۵۹)،(سورہ اعراف،آیت:۶۵)، (سورہ اعراف،آیت:۷۳)، (سورہ عنکبوت،آیت:۱۶۔۱۷)،(سورہ یوسف،آیت:۳۹۔۴۰)، (سورہ اعراف،آیت: ۸۵)،(سورہ مائدہ ،آیت:۷۲)

آپ ﷺ نے: حالت امن اور حالت جنگ میں، سفر وحضر، بازار اور راستے میں، مسجد میں۔غرضیکہ ہر مناسب وقت اور ہر مناسب جگہ میں دعوت توحید دیتے رہے۔اپنے اعزہ واقارب، محبت کرنے والے، دشمنی رکھنے والے...... ہر قسم کے لوگوں کو تاحدِ استطاعت دعوت توحید کا پیغام پہنچایا۔یہاں تک کہ اپنے آخری ایام میں مرض کی حالت میں بھی اسی دعوت کی فکر کی، جس پر کثرت سے نصوصِ (قرآن وسنت) گواہ ہیں۔

شیطانی نقب

مذکورہ حوالے سے قرآن وسنت میں بیان کردہ شدید تنبیہات کے باوجود شیطان نے اپنا کام نکال لیا ہے۔اس حوالے سے شیطان نے اپنی ساری توانائیاں بروئے کار لاتے ہوئے ،بہت چالاکی سے نقب لگا کر انسان کو قابو کیا ہے کہ اسے کان وکان خبر نہ ہو، جیسے:

(۱)۔انسان کی آنکھیں کھولنے کیلئے نازل کردہ خالق کی شدید تنبیہات انسان کیلئے بہت ہلکی ہوجاتی ہیں۔کان پر جوں نہیں رینگتی،ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

(۲)۔توحیداور شرک کی اصطلاحات کو نظروں میں بُرا کردینا، جو شرک سے بچانے کی بات کرے اسے بُرا بھلا کہلوانا تاکہ لوگ سنجیدگی کی بجائے،اعراض کریں اور توحیداور شرک کی حقیقت سمجھنے سے گریز کریں۔

(۳)۔ قرآنی آیات کی غلط تاویل وتحریف کے ذریعے اصل حقیقت سے پھیر کر خوش فہمی میں مبتلا کردینا۔اگر کسی چیز کا جواز بیان ہوا ہوتو اس جواز کو اصل بنا کر جواز کو پکڑ لینا،جبکہ دین کی اصل کو نظرانداز کردینا۔

(۴)۔ بخشش اور رحمت الٰہی کی غلط امید پیدا کرنا۔

(۵)۔اس دھوکے میں مبتلا کردیا ہے کہ:کلمہ گو شرک کا ارتکاب کرہی نہیں سکتا،لہٰذا سوجائیں۔نہ فہم شرک سے آگاہی کی ضرورت ہےاور نہ ہی بچنے کی فکر۔

نوٹ: اس ضمن میں تفصیلی آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر(ظلم عظیم پر جامع رہنمائی،باب:۲)۔سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ چلیں بالفرض مان بھی لیا جائے کہ شرک ختم ہوچکا ہے(جوکہ نرا دھوکہ ہے)،لیکن ''**توحید وعبودیت** ''جس کے لئے جن وانس کو تخلیق کیا گیا،کیا اسے سمجھنے کی ضرورت بھی ختم ہوچکی ہے.......؟

اس دھوکے کے شکار بدنصیب دنیا میں توفہم توحید پر آنے اور شرک سے بچانے والوں کی بات نہیں سنتے ،لیکن بوقت موت روئیں گے، چلائیں گے کہ کاش کوئی زبردستی ہی بتلا دیتا تا کہ ہم بھی اس تباہی سے بچ جاتے۔لیکن اس وقت رونے کا کیا فائدہ۔!

دعوتِ توحید پر قوموں کا ردعمل

قرآن مجید گواہ ہے کہ اس دعوت کو چندلوگوں کے سواکسی نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ یہ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں ،جیسا کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا:

﴿قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝﴾ (ھود:11:91)

’’وہ بولے اے شعیب! جو باتیں تم ہمیں کہتے ہوان میں سے اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور بلاشبہ ہم دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں بہت کمزور ہے اور اگر تمھارے کنبہ کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم نے تمھیں سنگسار کر دیا ہوتا اور تم ہم پر غالب نہیں۔‘‘

اسی طرح حضرت ھود علیہ السلام کی دعوت پر لوگوں نے کہا جو باتیں تم کرتے ہو اسکی وجہ یہ ہے کہ تمھیں ہمارے کسی معبود کی بددعا لگی ہے:

﴿قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (ھود:11:54-53)

’’انہوں نے کہا اے ھود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں، بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمھیں ہمارے کسی معبود نے خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک بناتے ہو۔‘‘

نبی کریم ﷺ نے جب قریش کو دعوتِ توحید دی تو شیطان نے قریش کو آپ ﷺ کے خلاف یوں آگ بگولہ کیا:

﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ o اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ o﴾ (ص:38:5-4)

''اور وہ انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ڈرانے والا آیا اور (ان) کافروں نے کہا یہ تو جادوگر ہے بڑا کذاب ہے۔ اس نے تو سب معبودوں کا ایک ہی معبود بنا ڈالا بلاشبہ یہ بڑی عجیب بات ہے۔''

آج بھی حالات کوئی زیادہ مختلف نہیں۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق قربِ قیامت دین اجنبی ہو جائے گا اور بچنے کیلئے واپس حجاز میں پناہ لے گا جس طرح سانپ جان بچانے کیلئے واپس بل میں جاتا ہے۔ آج بھی اس موضوع کو الا ماشاء اللہ عجیب سمجھا جاتا ہے۔ توحید و شرک کے حوالے سے بالخصوص برصغیر پاک و ہند میں حالات بہت ہی گھمبیر ہیں جسکی کی نشاندہی مولانا الطاف حسین حالیؒ نے درج ذیل اشعار میں فرمائی تاکہ ہم بچ سکیں:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر　　جو ٹھرائے بیٹا خدا کا تو کافر

جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر　　کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں

پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں　　اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں　　شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دُعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل آئے اس سے

نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم وگماں میں وہ بدلہ گیا آ کے ہندوستان میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی آخر کھو بیٹھے مسلماں

(مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ)

لیکن ہم کسی کا نہیں اپنا ہی نقصان کررہے ہیں۔ یہاں تو خوش فہمیاں ہیں، لیکن بوقت موت طوطے اڑ جائیں گے۔ اللہ ہماری اصلاح فرمائے۔ (آمین)

توحید میں اعتدال کی ضرورت

اکثریت تو توحید وشرک کے فہم اور شرک سے بچنے کے حوالے سے غفلت کا شکار ہوئی ہے، جبکہ بعض نے شرک کی مذمت وتردید میں غلو بھی کیا ہے۔ اس ضمن میں احتیاط کرنی چاہیے، اعتدال پر رہتے ہوئے، دلائل کی روشنی میں توحید وشرک کی وضاحت کرنی چاہیے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نہ تو بندوں کو اللہ کی صفات کا حامل قرار دیا جائے اور نہ ہی بندوں کا مرتبہ ومقام جو اللہ نے انہیں دیا ہے، اس سے انہیں گرایا جائے۔ دیانتداری اور ایمانداری یہی ہے کہ ہر ایک کو اسکا مقام اور حق دیا جائے۔ اللہ عزوجل ہمیں اعتدال پر رہتے ہوئے سچائی اور اخلاص کے ساتھ حقیقی صراطِ مستقیم کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

توحید کی اہمیت کے ضمن میں اس بنیادی معلومات کے بعد اب ہم انتہائی اختصار سے توحید کو سمجھتے ہیں کہ توحید سے مراد کیا ہے؟

....

توحید کی تفہیم

توحید پر بنیادی معلومات کے بعداب توحید کی تفہیم،اسکی مختلف شکلیں اورانکی وضاحت پیش کی جائے گی تاکہ اصل جوہر کی پہچان کرکے اسے زندگی کا حصہ بنایا جاسکے۔

''توحید اللہ تعالیٰ کوایک اور یکتا ماننا ہے،توحید لغوی طور پر ایک بنانا یا اکائی پر اصرار کرنا ہے۔یہ عربی لفظ 'وحدٗ' سے لیا گیا ہے جسکا معنی ایک کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور حقوق کو ہرطرح کی دوئی اورشرک سے پاک تسلیم کرنا توحید ہے۔توحید کی ضد شرک ہے۔شرک کی جملہ آلائشوں سے اپنا دامن بچالینا توحید کی راہ ہے۔'جو ابلیسی دھوکوں میں آکر کلمہ گوشرک کرہی نہیں سکتا اوروہ توحید کوسمجھنے اورشرک سے بچنے سے دورہوگیا وہ سب کچھ کھوبیٹھا۔''

توحید کے حوالے سے قرآن وسنت میں درج ذیل بنیادی شکلوں کا بیان آیا ہے۔

(1) توحیدذات (2) توحیدربوبیت (3) توحیدالوہیت(انبیاءعلیہم السلام کی دعوت کا مرکزومحور)،اور(4) توحیداسماءوصفات

(1) توحیدذات

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحداور بےمثل ہے۔نہ اس کی بیوی ہے،نہ اولاد،نہ ماں ہے نہ باپ۔وہ خالق ہےاس کے سواہر چیزمخلوق ہے۔وہ ہمیشہ سے ہےاور ہمیشہ رہے گا یعنی ازلی،ابدی ہے باقی سب چیزیں مخلوق ہیں۔توحید ذات میں شراکت بدترین جرم ہےجس میں ابلیس نے بہت سے لوگوں کوملوث کردیا ہے۔بعض مشرکین نے اللہ کے بعض بندوں (فرشتوں وغیرہ) کواللہ کا جزو (Part)،اللہ کی اولادقراردیا۔اللہ نے انکے اس شرک کی یوں تردیدکی:

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ؀﴾ (سورۃ الزخرف:15)

''اورلوگوں نے اللہ کے بعض بندوں کواللہ کا جزو(Part) بناڈالا،حقیقت یہ ہے کہ

انسان کھلا احسان فراموش ہے۔‘‘

چنانچہ یہود و نصاریٰ نے انبیاء کرام (علیہم السلام) جیسے (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ جل جلالہ کا بیٹا قرار دیا بلکہ بعض نے تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا قرار دیا:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ﴾ (سورۃ المائدہ: 17)

’’یقیناً کافر ہوگئے وہ لوگ جنہوں کہا عیسیٰ بن مریم اللہ ہیں۔‘‘

توحید فی الذات کے حوالے سے مسلمان اہل علم عموماً جلی شرک: مخلوق کو خدا ماننا، خدا کے بیٹے، بیٹیاں قرار دینے سے تو بچے ہوئے ہیں لیکن بعض غالی شعراحد سے تجاوز کرتے ہیں۔

اس ضمن میں ہر قسم کے اشکالات سے بچتے ہوئے، خالق و مخلوق کے بنیادی فرق کے ساتھ زندگی بسر کی جائے۔ اللہ خالق ہے باقی سب مخلوقات ہیں، جنہیں اللہ نے تخلیق کیا ہے۔ تو جس کو اس نے تخلیق کیا وہ خالق کی طرح کیسے ہوسکتا ہے؟ ((لیس کمثله شیء))۔ توحید کی مذکورہ شکل کا مفصل بیان سورہ اخلاص میں ہوا ہے۔

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ٥ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ٥ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ٥ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ٥ ﴾ (سورہ اخلاص)

’’فرما دیجئے کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے وہ) ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے (یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اسکے محتاج ہیں)۔ نہ کسی کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور اسکا کوئی ہمسر نہیں (نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں اور نہ حقوق میں)۔‘‘

....

توحیدِ ربوبیت

ربوبیت کے حوالے سے قرآن وسنت کی تعلیمات سے درج ذیل چار بنیادی صفات معلوم ہوتی ہیں:

(۱)۔ خالق: یعنی ہر شے کو پیدا کرنے والا اللہ کے سوا اور کوئی نہیں، (۲)۔ مالکِ حقیقی: حقیقی مالک

صرف اللہ ہی ہے باقی سب کی ملکیتیں اسی کی عطا کردہ اور عارضی ہیں، (۳)۔رازقِ حقیقی: حقیقی رازق صرف وہی ہے، باقی سب عارضی طور پر رزق کی تقسیم کرنے والے ہیں۔(۴)۔مدبر کائنات: ماتحت الاسباب میں اپنے اپنے دائرہ کار میں ہر کوئی مدبر ہوسکتا ہے، لیکن مدبر کائنات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔

فی زمانہ مسلمانوں میں سے بھی بعض نے حد سے تجاوز کی بنا پر توحید ربوبیت میں شراکت کی ہے، جبکہ پروردگار نے اس ضمن میں پیارے رسول ﷺ سے دوٹوک اعلان کروا کر انسانیت پر واضح کر دیا:

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِىْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَىْءٍ﴾ (سورۃ الانعام، آیت:164)

"فرما دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں، حالانکہ ہر چیز کا رب تو وہی ہے۔"

اس ضمن میں مشرکین مکہ توحید ربوبیت کے تو قائل تھے لیکن الوہیت میں شرک کرتے تھے، دیکھئے: (سورہ یونس۔آیت:31، سورۃ المومنون۔آیت:88)

لہٰذا جب مشرکین مکہ سے سوال کیا جاتا کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو فوراً بول اٹھتے کہ اللہ نے:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ o﴾ (زخرف:87:43)

"اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے انھیں، تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں؟"

مشرکین مکہ حج اور طواف بھی کرتے تھے (جس سے بعد میں منع کر دیا گیا)، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مشرکین دوران طواف یہ تلبیہ پڑھتے:

((قالو لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک اِلا شریکا ھولک تملکه وما ملک)) (مُسلم "کتاب الحج"، رقم:2815)

"کہتے اے اللہ ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک کے جو تیری ملکیت میں ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس کے اختیارات بھی تیرے قبضے

میں ہیں''۔

یعنی وہ اپنے معبودوں کے اختیارات ذاتی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے عطائی طور پر مانتے تھے۔ یہ سب کچھ تسلیم کرنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرک قرار کیوں دیا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ توحید ربوبیت کا تو اقرار کرتے تھے لیکن الوہیت میں شرک کرتے تھے۔ یعنی جہاں عبادت کی بات آتی تو اللہ کے ساتھ اور بہت سوں کی عبادت بھی کرتے تھے۔ لہٰذا الوہیت یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت انہیں گوارہ نہیں تھی۔ جیسا کہ الوہیت کی دعوت پر قریش نے کہا:

﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝﴾ (سورہ ص، آیت:5-4)

''اور وہ انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ڈرانے والا آیا اور (ان) کافروں نے کہا یہ تو جادوگر ہے بڑا کذاب ہے۔ اس نے تو سب معبودوں کا ایک ہی معبود بنا ڈالا، بلاشبہ یہ بڑی عجیب بات ہے۔''

مشرکین اپنے معبودوں کو اللہ جل جلالہ کے قرب کا ذریعہ سمجھ کر ان کی عبادت کرتے تھے:

﴿وَ یَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (سورہ یونس: آیت:18)

''اور کہتے یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

﴿وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی﴾ (سورہ زمر:3)

''اور جن لوگوں نے بنا لیے ہیں اللہ جل جلالہ کے سوا کارساز، وہ کہتے ہیں ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ جل جلالہ کے نزدیک کر دیں۔''

یاد رہے مخلوقِ خدا کی خدمت اللہ جل جلالہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ یہ وعید انکی عبادت سمیت دیگر غلط نظریات پر کی گئی ہے۔

ربوبیت اور موجودہ مسلمان: مشرکین مکہ اللہ کی ربوبیت کے تو بہت حد تک قائل تھے۔لیکن افسوس کہ معاملہ ربوبیت کا ہو یا الوہیت کا، موجودہ مسلمانوں پر اللہ رحم فرمائے، انہیں شیطان نے دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے۔حدود و قیود کے تحت اولیاء کرام کی شان سے تو انکار نہیں لیکن بات کو سمجھنے کیلئے، حد سے تجاوز کی صورت حال کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(ا)۔ آسمان کو زمین پر مارنا: شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں:

''مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرا دوں، اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں اللہ کی قدرت سے لیکن ہم اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔'' (جاء الحق، پہلا باب غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت میں)

شیخ صاحب اگر آسمان کو زمین پر گرانے کی بجائے، زمین کو آسمان پر مارنے کی بات کرتے تو شاید انکی بات پر کوئی کان دھرتا۔آسمان و زمین کا کیا موزانہ؟ آسمان تو بہت دور کی بات ہے خالی سورج ہی زمین سے لاکھوں گنا بڑا ہے۔زمین تو سورج کے سامنے ایک نکتے سے بھی چھوٹی ہے تو کہاں آسمان اور کہاں زمین؟ پھر سوچنے کی بات ہے کہ، اتنا بڑا دعویٰ تو اللہ کے اذن سے کسی نبی نے بھی نہیں کیا، بلکہ انبیاء علیہم السلام تو عجز و نیاز کرنے والے تھے نہ اس طرح کے شرکیہ بلند و بانگ دعوے کرنے والے۔اسی سے ملتے جلتے بہت سے حد سے تجاوز پر مبنی عین شرکیہ اشعار آج مسلمانوں کی مساجد سے سنائی دیتے ہیں جیسے:

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے انکے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

یہاں الفاظ ہیں چاہیں تو اشاروں سے اپنے....... حالانکہ قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے معجزوں کو اپنا کارنامہ بتلانے کی بجائے تکرار کے ساتھ 'باذن اللہ' یعنی اللہ کے امر یا اذن کا ذکر فرمایا ہے:

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ م.......... وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا

﴿فَتَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِی﴾(سورۃ المائدہ:110)

''جب کہ اللہ جل جلالہ ارشاد فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمھاری والدہ پر ہوا ہے۔.......... جبکہ تم میرے حکم سے گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے، پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے''...........الخ

مذکورہ دعوے اتنے بڑے ہیں کہ جو کسی نبی نے بھی نہیں کئے، بلکہ سید الانبیاء ﷺ کی اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کی صورت حال تو یہ تھی:

ابو یسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

﴿اللھم انی اعوذبک من العدم و اعوذبک من التردی و من الغرقِ و الحرم﴾(سُنن ابی داود''کتاب الصلوۃ'' 1552 ، سُنن نسائی:5533)

''اے اللہ جل جلالہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی عمارت مجھ پر گر پڑے، میں کسی اونچی جگہ سے گرنے، ڈوب جانے، جل جانے اور بڑھاپے سے تیری پناہ چاہتا ہوں''۔

(ا)۔غوث، قطب اور ابدال کے متعلق مسلمانوں کا یہ عقیدہ بن چکا ہے کہ انکے بغیر زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو خبردار کیا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَ لَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا﴾

(سورہ فاطر، آیت:41)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تھامے ہوئے ہے زمین و آسمان کو کہ وہ اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں۔ اور اگر وہ سرکنے لگیں تو کوئی نہیں روک سکتا انہیں اس اکیلے اللہ کے بعد، بے شک وہ بڑا حلیم اور بخشنے والا ہے۔''

سوچنے کی بات تو یہ بھی ہے کہ:

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے انکے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

کیا دنیا میں اب کوئی ایک بھی ایسا بزرگ موجود نہیں جو پوری کائنات کی کایا پلٹنا تو بہت دور کی بات ہے،صرف کفار کی جانب سے مسلمانوں پر جاری بے شمار مظالم کو ہی روک دے یا بدلہ لے سکے، ڈرون کو ہی تباہ کردے،مساجد،مزارات،امام بارگاہوں،گاڑیوں،سکولوں،مارکیٹوں،اسٹیشنوں پر جاری بم دھماکوں کو ہی رکوادے........؟اسرائیل کے ظلم سے نجات دلوادے۔یا کم ازکم وہ خبیث کفار جو نبی کریم ﷺ پر گستاخانہ پرنٹنگ کررہے ہیں انہیں ہی پکڑے اور نیست ونابود کردے۔ ویب سائیٹ سے نبی کریم ﷺ کی گستاخیوں پر مبنی ویڈیوز کو ہی ڈیلیٹ کردے۔ایسے ظالم وخبیث لوگوں کے کمپیوٹرز جام کرے،ان خبیثوں کو نگاہ کے ذریعے جلا کر راکھ کردے............؟

....

توحیدالوہیت:(انبیاءعلیہم السلام کی دعوت کا مرکزومحور)

دنیامیں مبعوث ہونے والے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا مرکز ومحور''توحیدالوہیت'' ہی تھا۔فلاح کو پانے کی راہ میں یہ انسانیت پرسب سے بڑاامتحان ہے۔جواس امتحان کو پاس کرگیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور جو ناکام ہوگیا وہ سب کچھ کھو بیٹھا۔تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی بنیاد''توحید الوہیت''ہی تھی۔توحیدالوہیت یہ ہے کہ:

''اللہ کے سوا کسی اور کو الٰہ(معبود)کے درجے پر فائز نہ کیا جائے۔یعنی اللہ کے سوا کسی اور کی پوجا وپرستش نہ کی جائے۔پوجا وپرستش کی تمام شکلیں صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کیلئے مختص ہوں''۔

گہرائی سے دیکھا جائے تو توحیدالوہیت ہی توحید کی دیگر شکلوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے،اور یہی بنیاد ہے۔

<u>ربوبیت اورالوہیت میں فرق؟</u> رب کے مفہوم کا تعلق خدائی افعال اور اسکی صفات کے ساتھ ہے کہ وہ لامحدود قدرت وتصرف کا حامل ہے، جبکہ لفظ الہٰ کا تعلق بندگانہ افعال کے ساتھ ہے۔ یہ لفظ محض عقیدہ ونظریہ سے بڑھ کر انسان سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے اعضائے بدن کو سوائے اللہ وحدہٗ لاشریک کی پرستش کے کسی اور کی پوجا کے لئے نہ جھکائے۔

<u>ربوبیت اورالوہیت کا باہمی ربط:</u> اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صفتِ ربوبیت کی بنا پر الوہیت کا تقاضا کیا ہے۔ یعنی وہ ہستی جس نے انسان سمیت ساری کائنات کو عدم سے وجود بخشا اور زندہ رہنے کیلئے تمام وسائل (جنکی لامتناہی فہرست ہے) پیدا کیئے........ تو عبودیت بھی اسی کا ہی استحقاق ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝﴾ (سورہ فاطر، آیت:3)

”اے لوگو تم پر اللہ کا جو احسان ہے اسکا خیال کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا خالق ہے جو تمھیں آسمان اور زمین میں سے رزق دیتا ہو؟ <u>اسکے سوا کوئی الہٰ</u> نہیں ہے، پھر تم کدھر بھٹکائے جارہے ہو“

سابقہ اقوام ربوبیت کو تو کسی حد تک قبول کر لیتی تھیں، لیکن نیک لوگوں سے جذباتی عقیدت ومحبت کی بنا پر الوہیت کے تقاضے پر غضبناک ہو جاتیں اور انبیاء کرام علیہم السلام جیسی عظیم ہستیوں کو قتل کرنے کے درپے ہو جاتیں۔ کیونکہ اس کلمے کے اقرار سے انکے تمام معبودان باطلہ کی نفی ہو جاتی تھی۔ حالانکہ یہ کتنا سنگین معاملہ ہے، ملاحظہ کریں:

﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل، :23-22)

”اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا ورنہ بیٹھا رہ جائے گا تو ملامت زدہ اور بے یار و مددگار ہو کر۔“

اس ظلم سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انتہائی سخت تنبیہ یوں فرمائی:

﴿ الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ٥﴾

(سورہ ق:50:آیت:26)

''جس نے اللہ کے ساتھ اور معبود بنا رکھے تھے، پس ڈال دو اسے شدید ترین عذاب میں۔''

افسوس کہ اتنی شدید سختی کے باوجود بھی فی زمانہ مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں کہ مسئلہ'' الٰہ'' کو سب سے بڑھ کر سنجیدہ لیں.....!

انسان اسی توحید(لا الٰہ الا اللہ) کے اقرار کی بدولت کفر سے اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ یہ عظیم کلمہ زبان سے ادا کرنے کے لحاظ سے تو بہت آسان ہے۔لیکن اسے حقیقی طور پر سمجھنا اور اسے عمل میں لے کر آنا بہت مشکل کام ہے۔اگر اسے تسلیم کرنا آسان ہوتا تو لوگ اس کلمہ پر انبیاءؑ کے دشمن بن کر ان کی جانوں کے درپے نہ ہوتے۔ہم عجمی تو چونکہ اسکی حقیقت سے نا آشنا ہیں اسلئے زبان سے اسکا ورد بھی کرتے جاتے ہیں اور عملاً اس کلمہ کی دھجیاں بھی اڑاتے جاتے ہیں۔ یہ بڑی مشکل گھاٹی ہے۔کوئی خوش نصیب ہی اسے سر کرے گا۔

توحید الوہیت: ''لا الٰہ الا اللہ '' ہے جسکا آسان سا معنی ہے ''نہیں کوئی **معبود** سوائے اللہ کے''۔ کلمے کے سارے الفاظ بہت آسان اور عام فہم ہیں سوائے ایک لفظ یعنی **معبود** کے۔ظالم شیطان نہ تو اس لفظ کو سمجھنے دے گا، اگر سمجھ آ گیا تو عمل پیرا نہ ہونے دے گا،سوائے چند خوش نصیبوں کے۔الوہیت کے اس اہم ترین امتحان کو پاس کرنے کیلئے درج ذیل تین چیزوں کو جاننا اور ماننا ہے: (1)۔الٰہ کی صفات؟ (2)۔کارساز کا ادراک، (3)۔عبادت کا معنی ومفہوم

ان تین حقائق کو انشاءاللہ آگے بیان کیا جائے گا۔

(1)۔الٰہ (معبود) کی صفات / معنی ومفہوم

صفتِ ''الٰہ'' کا تعلق اتھارٹی (Authority) کے ساتھ ہے یعنی ایسی ہستی جو سُپر پاور(Super Power) ہو۔ جو مختارِ کُل اور قادر مطلق ہو۔ جس کا کامل علم، اختیار و اقتدار، قبضہ، قدرت وتصرف

کائنات کی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہو۔ جو سب پر غالب ہو، جس پر کوئی غالب نہ آسکتا ہو۔ جس کا فیصلہ، جس کا حکم ہر صورت نافذ ہونے والا ہو۔ جس کے فیصلوں کو کوئی ٹال نہ سکے، جسکی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ بن سکے۔ جو حقیقی مشکل کشا، حاجت روا، لجپال اور دستگیر ہو۔ جسے مخلوقات اپنا کارساز، اپنا حتمی سہارہ، پناہ دہندہ سمجھیں اور اس کے دامن سے وابستہ ہو کر، اسے مسجود بنا کر، زندگی اسکے قانون کے تابع کرکے، اسکی عبادت اختیار کرکے دنیا و آخرت کے ہر خوف و اندیشے سے آزاد ہو کر قابل رشک ہو جائیں۔ اسی حقیقت کا اقرار بندہ ''لا الہٰ الا اللہ'' کے الفاظ کے ساتھ کرتا ہے کہ ان صفات کے لائق اللہ کے سوا وہ کسی اور کو نہیں سمجھتا۔ لہٰذا وہ اسکے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکے گا، اسکے سوا کسی کی عبادت، پوجا و پرستش نہیں کرے گا۔ یوں وہ اپنے بندے کیلئے جو بہتر سمجھے اسکے لئے فیصلہ کرے، اگر وہ بہتر سمجھے تو دشمنوں سے بچا لے یا قربانی قبول کرکے عظیم اخروی سعادتوں کی طرف لے جائے، دونوں کا نتیجہ خیر ہی خیر ہے۔

مذکورہ صلاحیتوں کی حامل ہستی کیلئے کامل علم (عالم الغیب) اور کامل اختیار (مختارِ کُل) ہونا ناگزیر ہے۔ اس بنیادی وضاحت کے بعد اب ہم قرآن حکیم سے ''الہٰ'' کی صفات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں:

تین بنیادی صفات

قرآن حکیم میں ''اللہ'' کی درج ذیل تین بنیادی صفات بیان ہوئی ہیں:

(۱)۔ خالق (ہر شے کو امر کن سے تخلیق کرنے والا، زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو نکالنے والا، زندگی عطا کرنے والا، موت دینے والا اور موت کے بعد زندگی کا دوبارہ سے اعادہ کرنے والا)۔

اس صفت کا ذاتی و عطائی طور پر کسی لحاظ سے بھی مخلوق پر اطلاق نہیں ہوسکتا۔ خالق صرف اور صرف اللہ ہے اسکے سوا کوئی اور نہیں۔

(۲)۔ عالم الغیب (ما کان و ما یکون: یعنی جو کچھ تھا اور جو کچھ ہونا تھا، کائنات کی ہر غیب اور

پوشیدہ اشیاء کا تفصیلی وکلی علم رکھنے والا) صرف اللہ ہے اسکے سوا کوئی اورنہیں۔الٰہ وہ ہستی ہوتی ہے جس کی نظر میں مخلوق ہو۔جو ہر مخلوق (انسان، حیوانات و جمادات.....) کے ہر قسم کے حالات سے مکمل آگاہ ہو۔

ایسا علم کسی میں ماننا (ذاتی یا عطائی طور پر) اسے معبود کے درجے پر فائز کرنا تصور ہوگا۔

لہٰذا جتنا محدود علم مخلوق پر اللہ نے ظاہر کیا اسے عطائی طور پر مخلوق میں ماننے میں حرج نہیں۔لیکن حد سے تجاوز کرتے ہوئے اس محدود علم کو لاکھوں کروڑوں سے ضربیں دے کر مخلوقات کو خالق کی صفات میں داخل کر کے مقام الوہیت میں داخل کرنے سے گریز کرنا ہے۔اسی طرح افراط وتفریط سے بچتے ہوئے جتنا علم اللہ نے مخلوق پر ظاہر کیا ہے اس کی نفی سے بھی نہیں کرنی۔

(۳)۔مختارِ کل: ساری کائنات کا مالک ومختار، ہر شے پر تصرف واختیار اور کامل قدرت رکھنے ہر قسم کے حالات کو تبدیل کرنے والا صرف اور صرف اللہ ہے اسکے سوا کوئی اورنہیں۔

مخلوقات کیلئے محدود اختیار جتنا کسی کو دیا گیا۔اللہ کے اذن کے تحت اسے حدود وقیود کے دائرہ میں رہ کر مخلوق پر طلاق کرنے مین حرج نہیں۔اس ضمن میں شرک سے بچنے کیلئے دو باتوں کا خیال کرنا ہے جن کی تفصیل انشاءاللہ آگے بیان ہوگی:

<u>اول:</u> مافوق امور کو ماتحت امور کی طرح مخلوق پر اطلاق کہ جب چاہیں جس طرح چاہیں تصرف کریں..... صفت الوہیت میں شراکت شمار ہوگا۔مگر اللہ کے اذن کے ساتھ حدود وقیود کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

<u>دوم:</u> مختار کل یعنی سارے اختیارات کا (ذاتی یا عطائی طور پر) مخلوق پر اطلاق بھی صفت الوہیت میں شراکت ہوگی، مگر عطائی طور پر محدود درجے میں اطلاق پر حرج نہیں۔

مذکورہ تینوں صفات کی تفہیم کیلئے قرآن پاک کی نورانی آیات پر تدبر کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰی ۝﴾

(سورہ طٰہٰ:20،آیت:6)

''جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے اور جو کچھ مٹی کے نیچے ہے، سب اسی کا ہے۔''

مذکورہ آیت کریمہ میں کائنات میں موجود ہر شے کی ملکیت و اختیار یعنی صفت مختار کُل کو بیان کیا گیا ہے کہ کائنات کی ہر شے اسی کی ملکیت اور اسی کے اختیار میں ہے۔اس سے اگلی آیت میں فرمایا:

﴿ وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰی ۝﴾(سورہ طٰہٰ:20،آیت:7)

''اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ ہر ایک پوشیدہ بلکہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر بات تک کو بھی جانتا ہے۔''

یہاں اللہ کے علم کا تذکرہ ہے کہ وہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر ہر غیب سے آگاہ ہے۔یعنی صفتِ علم غیب کا بیان ہے۔ان دو آیات کے بعد فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۝﴾(سورہ طٰہٰ:20،آیت:8)

''(پس) اللہ ہی وہ معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اسکے سب نام اچھے ہیں۔''

یہاں ان دو صفات یعنی مالک ومختار اور علم غیب کی بنا پر یہ نتیجہ منطبق کیا گیا ہے کہ مذکورہ دو بنیادی صفات (علم غیب اور مختار کُل) کی بنا پر معبود ہونے کا حق دار بھی صرف اور صرف اللہ ہے۔

یہی اسلوب سورۃ القصص کی بالترتیب تین آیات میں اختیار کیا گیا، دیکھئے:

(سورۃ القصص:28: آیت:68-70)

اللہ تعالیٰ نے 'معبودؔ کی جامع صفات کو سورہ نمل میں مفصل طور پر بیان کر کے، ابلیس کی رخنہ اندازی کو مکمل طور پر بند کر دیا ہے:

﴿اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ o اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ o اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا م بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ o اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ o﴾ (سورہ نمل، آیت:65-60)

’’(1) کیا وہ جس نے زمین کو قرارگاہ بنایا اور اسکے درمیان نہریں جاری کردیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دوسمندروں کے مابین آڑ بنادی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہٰ بھی ہے۔؟ بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں۔(2) بےکس کی پکار کو جب وہ پکارے کون قبول کرکے اسکی مشکل کو دور کردیتا ہے؟ اور تمھیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہٰ ہے؟، تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو۔(3) کیا وہ جو تمھیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوش خبریاں دینے والی ہوئیں چلاتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟، جنہیں یہ شریک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے بہت بلند وبالاتر ہے۔(4) کیا وہ جو مخلوق کی پہلی دفعہ پیدائیش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمھیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الہٰ ہے؟، فرمادیجئے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ فرمادیجئے آسمانوں اور زمین والوں میں سے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی

معلوم نہیں کہ (قبروں سے) کب اٹھا کھڑے کئے جائیں گے۔''

ان آیات کے مطالعہ سے بھی 'اللہ' کی درج ذیل صفات کا علم ہوتا ہے:

(۱)۔زمین کی تخلیق اور اسے زندگی کیلئے موزوں بنانا یعنی صفت ربوبیت کی بناپر الوہیت کا تقاضا۔

(۲)۔ہر فریادرس کی فریاد سے آگاہی اور مشکل کو رفع کرنے کی قدرت یعنی عالم الغیب اور مختارکل ہونے کی بناپر الوہیت کا دعویٰ۔

(۳)۔تخلیق کی ابتدا، اسکا اعادہ اور رازق ہونا۔یعنی صفت ربوبیت کی بناپر الوہیت کا تقاضا۔

(۴)۔مخلوق کیلئے کائنات کے غیب جاننے کی نفی اور جن اہل قبور کی عبادت و پکار کی جاتی تھی انکی اپنے پجاریوں کی پوجا سے لاعلمی حتی کہ قبروں سے اٹھائے جانے کے وقت سے لاعلمی کا اظہار۔

نمبر(۱) اور نمبر (۳) میں بیان کردہ صفات (یعنی صفت ربوبیت) کو تو مشرکین مکہ مانتے تھے لیکن نمبر (۲) اور نمبر (۴) یعنی علم غیب اور مختار کُل میں شرک کرتے تھے۔

اس ضمن میں اہل شوق مزید تفصیل کیلئے درج ذیل آیات سے رہنمائی حاصل کریں۔

(سورۃ البقرہ:2:آیت:255)،(سورۃ الانعام:6:آیت: 46)،(سورہ ص:38:آیت:65-66)،(سورہ آل عمران:3:آیت:6)،(سورۃ الانعام:6:آیت:101-102)،(سورہ فاطر:35:آیت:3)،(سورہ زمر:39:آیت:6)،(سورہ طٰہٰ:20:آیت:98)،(سورۃ الحشر:59:آیت:22-24)

(2)۔کارساز کا ادراک

اللہ کی صفات سے آگاہی کے بعد توحید الوہیت کے تناظر میں اگلی اہم سمجھنے والی حقیقت یہ ہے کہ کارساز سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ قرآن حکیم میں اللہ کے سوا کسی کو کارساز بنانے سے بچنے کا پرزور تقاضا کیا گیا ہے۔اللہ کے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا انسانیت پر بہت بڑا امتحان بھی ہے اور بہت بڑی خوش نصیبی بھی۔جو اس میں ناکام ہو گیا وہ دنیا میں بھی ہلاک ہو گیا اور ہمیشہ کی زندگی میں بھی۔اس ضمن میں پروردگار نے انسانیت کو خبردار کر دیا:

☆ ﴿وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ وَكِيْلًاo﴾

(سورہ نساء:4: آیت:132)

''اور اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ کارساز کافی ہے۔''

☆ حکم دیا گیا صرف اللہ ہی کارساز بنانے کا:

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا o﴾

(سورۃ المزمل:73: آیت:9)

''وہ رب ہے مشرق اور مغرب کا، کوئی معبود نہیں سوائے اسی کے پس اسے ہی اپنا کارساز بنالیجئے۔''

☆ اللہ کے سوا کسی اور کو کارساز بنانے سے منع بھی کر دیا گیا:

﴿وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِيْلًا o﴾ (سورہ بنی اسرائیل: آیت:2)

''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنادیا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا۔''

یعنی کتاب کا بنیادی تقاضا یہ بیان کیا گیا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو کارساز نہ بنایا جائے۔

☆ اللہ کے سوا کارساز بنانے پر مکڑی کے گھر سے تشبیح دی گئی:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ م☆ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَo﴾ (سورہ عنکبوت:41)

''مثال ان لوگوں کی جنہوں اللہ کے سوا حمایتی بنائے ہیں، مکڑی کے گھر کی سی ہے۔ وہ بھی ایک گھر بناتی ہے اور سب گھروں میں سے سب سے کمزور اسی کا گھر ہے، کاش تم جان جاؤ۔''

اگرکسی نے بات سمجھنی ہوتو یہ آیت کریمہ آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔

☆ انبیاء علیہم السلام سمیت حقیقی اہل ایمان کا وردبھی یہی ہے کہ:

﴿حسبنا الله و نعم الو کیل ٥﴾(سورہ آل عمران:173)

''ہمیں اللہ کافی ہےاوروہ کیا خوب کارساز ہے۔''

اس آگاہی کے بعد اگلی اہم ترین بات یہی ہے کہ فوراً سمجھا جائے کہ ''کارساز'' سے مراد کیا ہے۔۔؟ تاکہ مخلوق کواس درجے پرفائز کرنے سے بچاجاسکے۔

لغوی معنی: لغت کی رو سے کارساز کا مطلب ہے: ''وکیل، ذمے دار، بگڑی بنانے والا، سنبھالنے والا، پناہ دہندہ جس پربھروسہ کیا جاسکے۔''

شرعی معنی: شریعت کےاعتبار سے کارساز وہ ہستی ہے جوتمام مخلوقات: انسان، جن، حیوانات، چرند پرند، جمادات....... کےتمام احوال سے ہرلمحہ آگاہ ہواوران کے ہرقسم کےحالات (بشمول ماتحت اور مافوق) تبدیل کرنے پرمکمل قادرہواورجس پرکامل بھروسہ کیا جاسکے.....وہ کارساز ہےاوروہ صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکت ہے،اسکےسوا کوئی اورنہیں۔

قرآن مجید کی کثیرآیات اورصحیح السنداحادیث کی روشنی میں کارساز کی صفات کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

(۱)۔حرف آخرصرف اللہ کوسمجھنااس سےاوپرکوئی اورنہیں۔وہ اگرکسی کوکوئی نقصان دیناچاہےتوکوئی اس نقصان سے بچانہیں سکتا۔اوراگروہ کسی کوکوئی فائدہ دیناچاہےتوکوئی اس فائدے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

(۲)۔دنیوی خطرات اوراندیشوں کی بناپردین پرعمل پیراہونے،اللہ کےحکم کی بجاآوری سے گریز کرنانفس وشیطان کوکارساز بنانا تصورہوگا۔

(۳)۔اللہ کوحقیقی کارساز سمجھتے ہوئےصرف جائزاسباب(اسباب کےتحت حقیقی کارساز اللہ کوسمجھتے ہوئےمستفید ہونا) تک محدود رہنا۔فائدے ونقصان کی خاطرناجائز اسباب(شرکیہ

تعویزات، دم جھاڑ، منکے، پٹے، بلا اسباب غائب سے پکار،اہل قبور سے فریادرسی) کی طرف جانا نفس وشیطان کو کارساز بنانا قرار پائے گا۔

’’نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں تانبے کا چھلہ دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ آدمی نے جواب دیا ریاح (بیماری) کی وجہ سے پہن رکھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے نکال دو کیونکہ یہ بیماری کو زیادہ ہی کرے گا اور اگر تم اس حال میں مرگئے کہ یہ تمہارے جسم پر باقی رہا تو کبھی کامیاب نہ ہوگے۔ (مسند احمد 445/4: امام حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا)

مزید یہ کہ:

جائز اسباب سے مستفید ہوتے ہوئے بہت حریص ہو جانا، لوگوں سے بار بار سوال کرنا، لوگوں کے پیچھے پڑ جانا توکّل کے منافی ہے۔ تین دفعہ سے زیادہ سوال کرنے سے بچیں انشاء اللہ، پروردگار کوئی اور سبیل پیدا کردے گا۔

نوٹ: اس ضمن میں اذن کے تحت مافوق امور سے مخلوق کا مستفید ہونا آگے بیان کیا جائے گا۔

(۴)۔ قانون و قاعدے کے تحت عزت و وقار کو قائم رکھتے ہوئے لوگوں کی طرف جھکاؤ، ان کی عزت انکا احترام درست ہے، لیکن لوگوں کے سامنے حد درجہ ذلت و پستی اور خشوع اختیار کرنا۔ ان کے روبرو اپنے آپ کو ذلیل کر لینا ان کے سامنے جھک جانا...... انہیں کارساز بنانا قرار پائے گا۔

(۵)۔ مافوق امور پر مخلوق کو قابض جاننا، مخلوق کو اللہ کی قدرتوں کا حامل ٹھرانا کہ جس طرح ماتحت امور مخلوق کے اختیار میں دیئے گئے ہیں جیسے چاہیں انسان اس میں دسترس کرے اسی طرح مافوق امور (معجزہ کرامت، بلا اسباب غائب سے فریاد رسی، اہل قبور سے مشکل کشائی وغیرہ) پر مخلوق کو قابض جاننا........ مخلوق کو الٰہ اور کارساز بنانا ہوگا، دیکھئے:

(سورہ نمل۔ آیت:62)، (البقرہ:۱۸۶)، (سورۃ الاعراف:39-37)، (سورہ بنی اسرائیل:7۔56)، (سورہ مریم۔ آیت:48)، (سورہ لقمٰن:32)۔ (سورۃ الانعام۔ آیت:،58، 37)، (سورہ احقاف۔ آیت:6)

صرف اللہ ہی کو کارساز بنانا انسانیت کی معراج ہے جسے پانے کیلئے: ہمہ تن اللہ کی یاد، اسکی بندگی اسکے ساتھ وابستگی، شدید محبت اور اسکے احکامات کی پیروی اختیار کر کے جائز اسباب تک محدود رہ کر اپنے معاملات اسکے سپرد کر کے ہر خوف وخطر فکر واندیشہ سے آزاد ہو کر قابل رشک ہو جائیں جیسا کہ ایک مردمومن نے اللہ کی خاطر اپنی جان داؤ پر لگاتے ہوئے کہا:

﴿ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾ (سورۃ المومن:44)

''اور میں اپنا معاملہ اللہ کی سپرد کرتا ہوں یقیناً اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

''اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا۔ میں تجھ پر ایمان لایا۔ میں نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا۔ تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیری وجہ سے ہی میں نے (دین کے دشمنوں) سے جھگڑا کیا۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرے غلبے کے ذریعے سے میں پناہ مانگتا ہوں، اس بات سے کہ تو مجھے سیدھے راستے سے بھٹکا دے۔ تو زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی جبکہ تمام جن وانس مر جائیں گے۔'' (بخاری:7383، مسلم)

یہ محض الفاظ نہیں بلکہ یقین وعمل کی عظیم جھلک ہے۔

آئیں ابھی وقت ہے بات سمجھ آگئی ہے تو غلط راہ سے تائب ہو کر شکر بجا لاتے ہوئے فوراً مذکورہ حقیقت پر آکر صرف اللہ ہی کو اپنا معبود اور کارساز بنا کر قابل رشک ہو جائیں۔

مخلوقات کا دائرہ کار

سابقہ مباحث سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ تین بنیادی صفات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ''الوہیت کی علت'' قرار دیا ہے یعنی: (۱)۔ خالق: ہر شے کو عدم سے وجود دینے والا، (۲)۔ عالم الغیب: یعنی کائنات کی ہر شے جس پر عیاں ہو اور (۳)۔ مختار کل: ساری کائنات کا مالک ومختار، ہر شے پر تصرف واختیار اور کامل قدرت رکھنے ہر قسم کے حالات کو تبدیل کرنے والا۔

انہیں تین صفات کے حوالے سے مخلوقات کے اختیارات کا دائرہ کار سمجھنا ضروری ہے۔ جہاں تک

معاملہ صفتِ خلق کا ہے اس حوالے سے دلائل سے بات کو کھولنے کی زیادہ ضرورت نہیں کیونکہ مسلمان اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ کسی بھی مخلوق میں تخلیق کرنے کی ذرہ برابر بھی صلاحیت نہیں نہ ذاتی طور پر اور نہ ہی عطائی طور پر۔ لہٰذا باقی دو صفات "**علم غیب اور مختار کل**" انہیں میں شیطان نے دخل اندازی کر کے توحید سے دور کیا ہے اور "**کارساز**" کے تناظر میں بھی انہیں کو استعمال کیا۔ اسلئے اس پر ضروری وضاحت بیان کی جائے گی۔

امور دو قسم کے ہیں: (1)۔ ماتحت الاسباب امور، اور (2)۔ مافوق الاسباب امور

(1)۔ <u>ماتحت الاسباب امور:</u>

یہ وہ امور ہیں جو قوانین طبیعہ یا قوانین فطرت (Physical Laws of Nature) کے تحت ہیں، جیسے: سورج، چاند، زمین یعنی نظام شمسی، کشش ثقل، برقی ومقناطیسی قوت، زمین میں خزانے ....وغیرہ۔ خالق نے اپنے امرِ کن کے ذریعے قیامت تک انہیں کائنات میں جاری وساری فرما کر انہیں انسان کیلئے مسخر کر دیا ہے۔ انہیں انسان کے اختیار میں دے دیا گیا ہے۔ انسان ان میں جیسے چاہے اپنی مرضی سے تصرف کر سکتا ہے، اسباب میں امور کی تدبیر کر سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ کو <u>فاعلِ حقیقی</u> سمجھتے ہوئے، ان قوانین یعنی اسباب کے تحت: امور کی تدبیر کرنا، ایک دوسرے کی مدد کرنا، کام آنا، تعاون کرنا......... کوئی شرک نہیں۔ ان جاری وساری قوانین کو روکنے کیلئے خالق کے <u>نئے امرِ کن</u> کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کے بس کی بات نہیں کہ خالق کے ان جاری وساری قوانین کو اللہ کی مرضی اور اسکے امر کن کے بغیر ساقط کر سکے۔

(2)۔ <u>مافوق الاسباب امور:</u> چونکہ ظالم شیطان، اسی مد میں انسان کو شرک کے جال میں پھنسا کر لوگوں کو معبود کے منصب پر فائز کرواتا ہے، اسلئے انہیں ٹھیک ٹھیک سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ انہیں امور کے حوالے سے عام لوگوں میں یہ غلط تصور پایا جاتا ہے کہ جن پر یہ امور ظاہر ہوں، تکوینی امور انکے ہاتھ آجاتے ہیں اور وہ براہِ راست نظامِ کائنات میں تصرف کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ ابلیس اس

غلط عقیدہ کی وجہ سے انسان کو شرک کی دلدل میں پھنسا لیتا ہے۔ یاد رکھیں! مافوق الاسباب امور کی صحیح حقیقت، ظالم ابلیس انسانیت کو کبھی بھی تسلیم نہیں کرنے دے گا، مگر صرف چند خوش نصیبوں کو۔ کیونکہ انہیں تسلیم کرنے سے انسان کا دامن شرک سے پاک ہو جاتا ہے، جو کہ شیطان کو کسی صورت بھی گوارہ نہیں۔ ان امور کے حوالے سے یقینی حقیقت پر مبنی چند باتیں سمجھ لیں:

(۱)۔ وہ امور جن کے ذریعے کائنات میں جاری و ساری قوانین طبیعہ یعنی قانونِ فطرت (Physical Laws of Nature) ٹوٹ جائیں، یعنی جو فطرت اور عقل کو عاجز کردیں، انہیں 'مافوق الامور' کہا جاتا ہے۔

(۲)۔ ان امور کے ظہور کیلئے اللہ جل جلالہ کے نئے امر کُن کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا نیا امر کن نہ آئے، تب تک قانونِ فطرت ٹوٹ کر عقل کو عاجز کرنے والے امور ظاہر نہیں ہو سکتے۔

(۳)۔ یہ امور بطور معجزہ (صرف انبیائے کرام علیہم السلام پر)، بطور کرامت (دیگر نیک لوگوں پر) اور بطور استدراج، جادو یعنی شعبدہ بازی (عموماً بُرے لوگوں پر) ظاہر ہوتے ہیں۔ معجزہ اور کرامت تو اللہ کے امر کن کے ذریعے قانون فطرت کو توڑنے کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جبکہ استدراج یا جادو میں حقیقت میں تو کوئی قانون فطرت نہیں ٹوٹتا بلکہ یہ نظر کا دھوکا (Illusion) ہوتا ہے۔ جو صرف دیکھنے میں قانون فطرت ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں نہیں ٹوٹتا۔ جیسے فرعون کے جادوگروں کی رسیاں حقیقت میں سانپ نہیں بنی تھیں، بلکہ دیکھنے میں سانپ نظر آتی تھیں۔ البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، بطور معجزہ حقیقتاً سانپ بنا تھا، جس نے رسیوں کو نگل کر یہ شعبدہ ختم کردیا۔ جس پر جادوگر بھی ایمان لے آئے، کیونکہ ان پر اپنے شعبدے (Illusion) کی حقیقت واضح ہو گئی تھی۔ دور حاضر میں بھی بہت سے جادوگر شعبدہ باز ہیں، جن میں سرفہرست نام ''ڈیوڈ کاپر فیلڈ'' کا ہے۔ جس کے شعبدوں

سے دنیا حیران ہے، پانی پر چلنا، عمارتیں غائب کرنا، تلوار سے انسان کو دو ٹکڑے کر دینا............ وغیرہ۔ یہ چیزیں آپ ٹی وی چینلز، انٹرنیٹ پر دیکھ سکتے ہیں۔ مزے کی بات ہے وہ ساتھ یہ بات کہتا بھی ہے کہ حقیقت میں ایسا کچھ نہیں، یہ محض نظر کا دھوکا ہے۔ یہ شخص اگر اپنا حلیہ تبدیل کرلے: چوغہ، جبہ، ڈاڑھی، امامہ پہن کر برصغیر میں آجائے، تو اکثریت اسے معبود کے درجے پر فائز کردے۔

(۴)۔ ماتحت امور کو توڑ کر مافوق الامور کو ظاہر کرنا انسان کے کسب یا محنت کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے تحت صرف اور صرف اپنی مرضی سے ظاہر کرتا ہے۔ ہاں ہر ایک پر تو ایسے امور ظاہر نہیں ہوتے، جن لوگوں کو ذریعہ بنایا جائے ان کی شان کا اظہار ہے اور ربّ کے قرب کی دلیل ہے۔ اپنی کوشش اور ارادے سے اس کا ظہور ممکن نہیں مگر مشیت کے تحت جب اللہ چاہیں۔ کسی کی کوئی زور زبردستی نہیں، ہاں اسکے لئے اللہ سے دعا کی جاسکتی ہے، چاہے وہ قبول کرے، چاہے نہ کرے۔ لیکن ضرورت وحکمت کے تحت وہ ان امور کو جہاں ناگزیر ہو وہاں ظاہر فرماتا ہے۔ کئی معجزات اور کرامات کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔

(۵)۔ معبود کے ضمن میں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ: اول تو شیطان انسان کو شرک کی دلدل میں گراتا ہے۔ اور جو اس شرک کے علاج اور صفائی کیلئے قرآن وسنت سے دلائل بتلائے، اُسے شیطان گستاخ قرار دلوا دیتا ہے۔ تاکہ ہدایت تک پہنچے کی راہ کو ہی کاٹ دیا جائے اور موت تک انسان اس کے شکنجے میں جکڑا مردود مر کر ابدی خسارے کا شکار ہو جائے۔ بہرکیف جو سلیم الفطرت حق کو تسلیم کرنے والے ہیں، وہ مافوق امور کے حوالے درج ذیل واضح دلائل ملاحظہ فرمائیں:

معاملہ: یہ معاملہ ہے کفار کی جانب سے حسی معجزہ کی طلب کا ہے۔ کفار کا نبی کریم ﷺ سے پرزور اصرار تھا کہ اگر ہمیں کوئی حسی معجزہ دکھلا دیا جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ نبی کریم

ﷺ کی بھی شدید خواہش یہی تھی کہ انہیں کوئی حسی معجزہ دکھلا دیا جائے تا کہ وہ ایمان لے آئیں۔لیکن اللہ تعالیٰ درج ذیل حکمتوں کے تحت معجزہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے:

(۱)۔نشانی دیکھ کر ایمان لانے کا وہ درجہ نہیں جو بغیر نشانی دیکھے ایمان بالغیب کا ہے، (۲)۔انسان ارتقائی عمل سے گزر کر شعور کی پختگی حاصل کر چکا تھا، اسلئے اللہ تعالیٰ کو بغیر حسی نشانی، قرآن پر ایمان مقصود تھا، (۳)۔سابقہ اُمتوں کے لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تھے۔(۴)۔ چونکہ آپ ﷺ کی نبوت تا قیامت تھی، اسلئے آپ ﷺ کو بطور'دلیلِ نبوت' معجزہ بھی وہ دیا گیا جو تا قیامت تھا یعنی' قرآن مجید' جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمام انبیاء کو ایسے معجزات دیئے گئے جنہیں دیکھ کر (اس زمانہ کے) لوگ ایمان لائے لیکن مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے، وہ قرآن ہے جو بذریعہ وحی دیا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز مجھ پر ایمان لانے والے تعداد میں سب سے زیادہ ہوں گے۔''

(صحیح بخاری، فضائل القرآن)

بہرکیف احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اہل ایمان کی تقویت کیلئے وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کئی معجزات ظاہر فرمائے تھے، لیکن اللہ اپنی حکمت ومشیت کے تحت کفار کیلئے بطور دلیلِ نبوت حسی معجزہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بات کو سمجھنے کیلئے قرآن حکیم سے چند دلائل ملاحظہ کریں:

☆﴿وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط﴾

(سورۃ الرعد:38، سورۃ المومن:78)

''اور کسی رسول کو یہ قدرت حاصل نہیں تھی کہ وہ اللہ جل جلالہ کی مرضی کے بغیر کوئی نشانی لا سکے''۔

ان الفاظ کا دوجگہ تکرار کے ساتھ آنا مزید تاکید پیدا کرتا ہے، لیکن اگر کسی نے بات ماننی ہو تو۔!

☆ ﴿وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ o﴾ (سورۃ الانعام۔آیت:37)

''اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ کیوں نہیں اتاری گئی اس رسول پر کوئی نشانی (یعنی حسی معجزہ) اس کے رب کی طرف سے۔فرمائیے: بے شک اللہ جل جلالہ قادر ہے اس پر کہ اتارے کوئی نشانی مگر ان میں سے اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے۔''

☆ ﴿قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ۝﴾ (سورۃ الانعام۔آیت:58)

(اے نبی ﷺ) ''فرما دیجئے اگر ہوتی میرے اختیار میں وہ چیز (عذاب یا نشانی) جس کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ جل جلالہ خوب جانتا ہے ظالموں کو''۔

☆ ﴿وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝﴾ (سورۃ الانعام:6:آیت:35)

''اور (اے نبی ﷺ) اگر آپ پر ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو، اگر آپ میں طاقت ہے کہ زمین میں سرنگ نکال لو، یا آسمان میں سیڑھی ڈھونڈ لو، پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو (انہیں) دکھا دو۔اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کر دیتا، سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیے۔''

نوٹ: اس قسم کی بات ہم اپنی طرف سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں نہیں کہہ سکتے، ہاں مگر اللہ تعالیٰ کی نسبت سے بیان کر سکتے ہیں۔اس میں بھی بہت احتیاط کرنی ہے۔ہماری سوچ مثبت ہونی چاہئے منفی سوچ اور تحقیر سے بچنا ہے۔مثبت سوچ کے ساتھ حقائق کی تفہیم کیلئے مثبت نتیجہ اخذ کرنا ہے۔دوسری طرف اس قسم کی آیات سے رہنمائی لینے سے گریز کرنے سے بھی بچنا ہے۔کیونکہ خالق

کی نازل کردہ تمام آیات ضرورت وحکمت کے تحت ہیں۔مزید یہ کہ گاہے بگاہے ہر وقت اس قسم کی آیات کوموضوعِ سخن بھی نہیں بناتے رہنا چاہیئے ،مگر جب مذکورہ حوالے سے رہنمائی درکار ہو۔

پس یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جس طرح انسان اپنی مرضی کے ساتھ ، ماتحت الامور میں تصرف کرتا ہے، مافوق لاامور میں بالکل بھی نہیں کرسکتا۔مگر جس کیلیئے جتنا اللہ چاہے۔مافوق امور کے ضمن میں اوپر بیان کردہ آیات میں کائنات کے سب سے عظیم رسول ﷺ کے حوالے سے تو حقیقت حال آپ نے ملاحظہ فرمالی ہے۔باقی لوگ جو نبی بھی نہیں ہیں،اور مافوق امور میں تصرف کے بلند وبانگ دعوے کرتے ہیں کہ جب چاہیں، جیسے چاہیں کائنات کوتلپٹ کرکے رکھ دیں (نعوذ باللہ):

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے انکے غلاموں کی سرکار کا عالم کیا ہوگا

تواب تو یہی امکان رہ جاتا ہے کہ وہ یا تو آنحضور ﷺ سے افضل ہیں (نعوذ باللہ) یا پھر یہ اشعار انکی طرف جھوٹ منسوب کئے گئے ہیں یا پھر استدراج ہے..................!

اگر ہرکوئی مافوق امور میں اپنی مرضی سے تصرف کرسکتا (جیسا کہ بہت سے لوگ دعویٰ کرتے ہیں) تو کائنات کا نظام درہم برہم ہوجائے:

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○﴾ (سورۃ الانبیاء:21:آیت:22)

''اگر آسمان اور زمین میں ،اللہ کے سوا اور معبود ہوتے ،تو زمین و آسمان درہم برہم ہوجاتے۔جولوگ یہ افترا بازیاں کرتے ہیں اللہ مالک عرش ان سے پاک ہے۔''

__ہمارا مسئلہ:__ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کوتو بالائے طاق رکھ دیا ہوا ہے۔اپنے اپنے پسندیدہ علماء کی سوچ کے مطابق ہم نے خود ساختہ نظریات بنا لئے ہیں۔اور جو کوئی قرآن سے اصلاح کرے،اُسے مردود، گستاخ کہہ کر اسکی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ،سابقہ اقوام

کی طرح ہم نے بھی الا ماشاء اللہ انبیاء کرام علیہم السلام اور بزرگوں کو مافوق صفات سے متصف کر کے الوہیت کے درجے پر فائز کر کے سابقہ اقوام کے نقش قدم پر چل چکے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''یقیناً تم بھی پہلے لوگوں کے طریقوں کے پیچھے چل پڑو گے جس طرح بالشت، بالشت کے ساتھ اور ہاتھ، ہاتھ کے ساتھ (برابر ہوتا ہے) حتیٰ کہ اگر پہلے لوگوں نے کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہونے کا (بے ہودہ اور فضول) کام کیا تو تم بھی اُن کے پیچھے چلو گے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ اُن پہلے لوگوں سے مراد کیا یہودی اور نصرانی (عیسائی) ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: '' اگر وہ مراد نہیں تو اور کون مراد ہیں۔ ؟ ''

(بُخاری ''کتابُ الاعتصام'' حدیث نمبر 3456، مُسلم ''کتابُ العلم'' حدیث نمبر 6781)

حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی ایسی تعلیمات تھیں ہی نہیں کہ انہیں مافوق امور سے متصف کیا جائے۔ بلکہ قرآن نے تو ولی اللہ ہونے کی گارنٹی صرف دو باتوں پر دی ہے:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ o﴾ (سورہ یونس: آیت:63-62)

'' آگاہ ہو جاؤ اولیاء اللہ کو نہ کسی قسم کا خوف ہوگا نہ غم، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کی''

یعنی اللہ کے نزدیک تو ولی وہ ہے جس میں دو شرائط پائی جائیں: (۱) ایمان، (۲) تقویٰ لیکن ہمارے نزدیک خواہ کوئی کتنا ہی پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ ولی نہیں ہوسکتا جب تک وہ کوئی کرشمہ نہ دکھا دے۔ تو جسے اللہ کی گارنٹی پر یقین نہ آئے اور لوگوں کی وضع کردہ باتوں پر یقین آئے وہ کس کی راہ پر ہوسکتا ہے.......... ؟ انسان کی فضیلت کرشمے دکھانے میں نہیں بلکہ ایمان بالغیب کے ساتھ تقویٰ پر ڈٹ جانے میں ہے۔

اس ضمن میں تفصیلی آ گاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر: (توحید کا جامع تصور: باب ۔۱۱)

....

علم غیب

مافوق امور کے بعد دوسری اہم چیز جسے اللہ تعالیٰ نے الوہیت کی دلیل بیان فرمایا ہے۔وہ 'علم غیب' ہے جو کہ الوہیت میں شراکت کی بنیادی وجہ ہے۔اسکی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے:

<u>مخلوقات کیلئے غیب کی اثبات ونفی:</u> بات کو سمجھنے کیلئے اثبات اور نفی، دونوں قسم کے چند دلائل ملاحظہ کریں:

☆ ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا o اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾(سورۃ الجن:26-25)

''وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اس غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر جس رسول کو وہ پسند کرے''۔

یعنی غیب پر مطلع کیے جانے کی تخصیص صرف انبیاء علیہم السلام کیلئے ہے نہ کہ غیرِ نبی کیلئے۔

☆ ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ o ﴾ (سورۃ التکویر۔آیت:24)

''اور یہ(نبی) غیب کی باتیں بتلانے میں بخیل نہیں''۔

اب مخلوقات سے غیب کی نفی والی آیات ملاحظہ کریں۔اس ضمن میں شیطان کی یہ چال ذہن نشین رہے کہ شرک میں مبتلا کرنے، الوہیت کے مقام پر فائز کروانے کیلئے اللہ کے سوا غیب کی نفی والے دلائل سے آ گاہی کو ابلیس نے انبیاء علیہم السلام میں عیب تلاش کرنا باور کرایا ہے۔حالانکہ یہ صراحت قرآن میں مخلوق کو''الٰہ'' کے درجے پر فائز کرنے سے بچانے کیلئے وارد ہوئی ہے،اور ہم بھی اسی حسنِ نیت سے آ گاہی دے رہے ہیں:

☆ ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام۔آیت:50)

’’(اے نبی) فرما دیجیے نہ تو میں یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ جل جلالہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف پیروی کرتا ہوں اس وحی کی جو میری طرف کی جاتی ہے۔فرما دیجئے کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں۔ پھر تم غور کیوں نہیں کرتے؟‘‘

یہاں غیب جاننے کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے والوں کو اندھا قرار دے کر غور وفکر کے ذریعے اصلاح کی دعوت دی گئی ہے۔

☆ ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۠﴾ (سورۃ الاعراف۔آیت:188)

’’(اے نبی) فرما دیجئے میں اپنی ذات کے لیے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ جل جلالہ چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سی خیر اکٹھی کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں‘‘۔

<u>قابل غور:</u> ان دونوں آیات میں ایک قابل غور نکتہ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ غیب کی نسبت نبی کریم کی طرف کرنے پر پروردگار نے آپ ﷺ سے اعلان کروایا کہ:

’’میں تو صرف پیروی کرتا ہوں اس وحی کی جو میری طرف کی جاتی ہے۔‘‘

’’میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔‘‘

جس سے پروردگار یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ: علم غیب کے موضوع کا تعلق اللہ کے ساتھ خاص ہے، جبکہ آپ ﷺ کا منصب تو وحی کی پیروی، اسکا ابلاغ اور اسی کا انذار و تبذیر ہے۔اور یہ بہت بلند مقام ہے جو خاص ہے انبیاء علیہم السلام کیلئے۔

جیسا کہ ایک اور مقام پر اسی حقیقت کو مزید صراحت سے یوں واضح فرمایا:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝﴾ (النازعات:79:42-45)

''(اے نبی) یہ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے بارے میں کہ یہ گھڑی کب واقع ہوگی؟ تو کیا سروکار آپ کو اسکے ذکر سے۔اس کے علم کی انتہا تو تیرے رب کے پاس ہے۔آپ تو بس خبردار کر دینے والے ہو، ان کو جوڈرنے والے ہیں قیامت سے۔''

قرب قیامت کی نشانیاں تو آپ ﷺ کو بتلائی گئی ہیں لیکن قیامت کب برپا ہو جائے اسکا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہدہد کی غیر حاضری پر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ۝﴾

(سورۃ النمل:20)

''میں اسے شدید عذاب دوں گا یا اسے ذبح کردوں گا۔یا وہ میرے سامنے واضح عذر پیش کرے۔تو تھوڑی دیر بعد وہ حاضر ہوا، اس نے کہا: میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں جس سے آپ بے خبر ہیں اور میں سبا کی ایک یقینی خبر آپ کے پاس لایا ہوں۔''

یعنی اس حقیقت کو تو پرندے بھی جانتے تھے کہ غیب کے جاننے کا تعلق ''اللہ'' کے ساتھ خاص ہے۔ معلوم ہوا کہ غیب کو مخلوق کے ساتھ منسوب کرنا ایک نئی چیز ہے۔تفسیر قرطبی میں اس آیت پر علامہ

قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ:

''اس شخص کا رد ہے جو کہتا ہے: (ان الانبیاء تعلم الغیب) کہ انبیاء علیہم السلام غیب جانتے ہیں۔''

یہ تو صورت حال ہے اللہ کے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کی جنہیں جانوروں کی بولیوں سمیت کئی معجزات بھی دیئے گئے۔ معلوم ہوا کہ مخلوق کے پاس اتنا ہی علم یا تصرف ہوتا ہے جتنا یا جس چیز پر دیا گیا ہو۔ تو عام لوگوں کے بلند و بانگ دعووں کی حقیقت کیا ہے؟

☆ جن عمارتیں تعمیر کر رہے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں لاٹھی کے سہارے کھڑے دیکھ رہے تھے کہ وہیں انکی وفات ہوگئی۔ وہ لمبا عرصہ لکڑی کی ٹیک کے سہارے کھڑے رہے۔ جب چھڑی کو دیمک کھا گیا وہ ٹوٹ گئی، جب وہ گرے تو جنوں کو تب معلوم ہوا کہ وہ فوت ہو چکے تھے، اس وقت جنوں نے کہا:

﴿فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝﴾ (سورہ سبا:14)

''پس جب وہ گر پڑے تو جنوں پر حقیقت واضح ہوگئی، کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے، تو اس رسوا کن عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔''

پس معلوم ہوگیا کہ ہر قسم کے غیب کا جاننا معبود کی صفت ہے نہ کہ مخلوق کی، مگر جتنا اللہ کسی پر ظاہر فرمادے۔ بات کو سمجھنے کیلئے درج ذیل حدیث مبارک پر غور فرمائیں:

آپ ﷺ نے معراج سے واپسی پر جب اس واقعہ (معراج) کو بیان کیا تو قریش نے استفسار کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے بیت المقدس کے متعلق سوال کرنے شروع کر دیئے، کتنے دروازے، کھڑکیاں، رنگ ...... وغیرہ۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((فکربت کربا ما کربت مثله، فرفعه الله لی انظر الیه ما یسالونی عن

شئی الا انباتھم)) (مسلم، کتاب الایمان، رقم:430)

''میں اس قدر غمگین ہوا کہ اس طرح کا غم مجھے کبھی نہیں ہوا تھا، چنانچہ (اس صورت حال میں) اللہ تعالیٰ نے (بیت المقدس کو) میری نظروں کے سامنے بلند کر دیا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا، اسلئے وہ مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرتے تو میں انہیں بتا دیتا تھا۔''

اگر کسی نے حق تسلیم کرنا ہو تو بات بالکل واضح ہے۔ اگر بیت المقدس سمیت ہر چیز پہلے ہی نگاہ میں ہوتی (جو کہ اللہ کی صفت ہے) تو آپ ﷺ کبھی بھی پریشان نہ ہوتے۔ یہ صلاحیت صرف اور صرف معبود کی ہے نہ کہ مخلوق کی مگر جب اور جتنا اللہ چاہے ظاہر فرما دے۔

اس ضمن میں تفصیلی آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر: (توحید کا جامع تصور: باب۔۱۱)

امید ہے الٰہ کی صفات سے قارئین آگاہی حاصل کر چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ خالص توحید تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

یاد رکھیں! انبیاء کرام علیہم السلام سمیت دیگر نیک لوگوں کو معبود کی مذکورہ صفات (علم الغیب اور مختار کُل) کا حامل ٹھرا کر انہیں اللہ کے مدمقابل لا کر الوہیت کے مقام پر کھڑا کرنا ان سے محبت نہیں بلکہ دشمنی ہے۔ بروز قیامت یہ نیک لوگ ایسی عقیدت کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے، بلکہ وہ ایسا کرنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے:

﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ۝﴾

(سورۃ الاحقاف:6)

''اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ لوگ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر دیں گے۔''

لہٰذا ابھی وقت ہے فوراً تائب ہو کر شرک سے نفرت اور توحید سے محبت پیدا کر لیں۔

....

(3)۔ عبادت؟

فہم معبود کے تناظر میں تین چیزوں میں سے: الہٰ کی صفات، کارساز کی وضاحت اوران دونوں کے تناظر میں خالق ومخلوق کے دائرہ کار کو سمجھنے کے بعد تیسرا بڑا تقاضا کہ: عبودیت کا مستحق اللہ کے سوا کوئی اورنہیں۔ عبادت صرف اور صرف اللہ کا حق ہے۔ اس ضمن میں اس پر مختصر ضروری وضاحت ملاحظہ کریں۔ عبادت دو چیزوں پر مشتمل ہے:

(۱)۔ ایک اس کا ظاہر یعنی جسد اور (۲)۔ دوسری اسکی اصل حقیقت یعنی اسکی روح۔

عبادت کا 'جسد'۔ (مراسمِ عبودیت) یعنی: دست بستا قیام، رکوع، سجدہ .... یعنی ہمہ تن اطاعت وغلامی ہے۔ وہ شئے جو 'جسد' کو عبادت بناتے ہوئے اللہ کے سامنے رام کردیتی ہے وہ اسکی اصل حقیقت یعنی روح ہے کہ:

> ''جذبہ خشیت ومحبت سے سرشار ہو کر اس عقیدہ ونظریہ کے ساتھ (کہ وہ میرے سیاہ و سفید پر مکمل قدرت رکھنے والا ہے اور میرا فائدہ ونقصان اسی کے ہاتھ میں ہے) کسی کا مطیع وفرمانبردار ہو جانا، اسکے سامنے انتہا درجے کی عاجزی وپستی اختیار کرلینا، اسی پر مکمل بھروسہ کرنا، اسے اپنا کارساز بنالینا، عین عبادت ہے۔''

نماز میں اہم اقرار کرتے ہیں کہ: **((التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات))**۔

''یعنی تمام قولی، بدنی اور مالی عبادات صرف اللہ جل جلالہ ہی کے لیے ہیں۔''

<u>قولی عبادات:</u> حق بات پر قائم رہنا۔ اللہ کی نافرمانی کے کلمات (جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ.....) کو دانستہ اختیار کرنے سے گریز کرنا۔ اگر کہیں بھول چوک ہو جائے تو اس پر اصرار کرنے کی بجائے فوراً تائب ہو جانا۔ مزید یہ کہ: تسبیح وتحلیل، تکبیر وتحمید، دعا ومناجات، بغیر اسباب غائب سے پکار، فریاد رسی وغیرہ۔

<u>بدنی وفعلی عبادات:</u> حد درجہ ذلت: رکوع، سجدہ، نماز، روزہ، اعتکاف، حج طواف وغیرہ۔ مزید یہ کہ

اپنے فعل اور جسم سے اللہ کی نافرمانی ہوجانا تو گناہ ہوگا لیکن نافرمانی پر قائم ہوجانا، گناہ پر ڈٹ جانا، اصرار کرنا نفس وشیطان کی عبادت قرار پائے گا جس پر قرآن کی آیات موجود ہیں۔

<u>مالی عبادات:</u> صدقہ وخیرات، زکوٰۃ، نذرو نیاز اور قربانی وغیرہ کا مستحق صرف اللہ ہے۔ضیافت اور ثواب کی نیت کسی کیلئے کی جاسکتی ہے کہ یہ نذرو نیاز میں فلاں کے ایصال ثواب کیلئے کرتا ہوں لیکن وہ نذرو نیاز، قربانی صرف اللہ کیلئے کی جائے گی۔

عبادت کی بنیادی شکلیں

(۱)۔نماز، (۲)۔روزہ، (۳)۔زکوٰۃ، (۴)۔حج، طواف (۵)۔قربانی، (۶)۔نذرو نیاز، (۷)۔پکارنا یعنی دعا (بغیر اسباب کے)، (۸)۔نفس پرستی، دنیا پرستی یعنی حلال وحرام کی تمیز کو کھو دینا نفس کی عبادت ہے۔

<u>بنیادی قاعدہ:</u> دین پر قائم رہتے ہوئے حالات کی رو میں جہالت سے کبھی کبھار اللہ کی حکم عدولی ہوجانا گناہ کہلاتا جبکہ نافرمانی پر قائم ہوجانا، گناہ کو اختیار کرلینا اور اس پر نادم بھی نہ ہونا نفس اور شیطان کی عبادت کرنا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ﴾ (سورہ جاثیہ، آیت:23)

”کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے۔“

جو اللہ کی عبادت سے نکل گیا وہ ہلاک و برباد ہوگیا۔اس پر قائم رکھنے کیلئے سورہ فاتحہ کا عظیم تحفہ دیا گیا جس کی ہر رکعت میں ہم اقرار کرتے ہیں:

﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ٥﴾ (سورۃ الفاتحہ، آیت:4)

”ہم صرف اور صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور صرف تجھی سے استعانت طلب کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔“

ان کلمات کا ہر نماز میں تکرار سے اقرار کرنے کے باوجود اکثریت حقیقت سے دور ہوگئی ہے۔جس کا

واحد حل تمسک بالقرآن ہے کہ ہم قرآن حکیم کے احکامات کو اولین ترجیح پر رکھیں اور باقی تمام علوم کو قرآن کے تناظر میں دیکھیں نہ کہ قرآن کو دیگر علوم کے تابع کریں۔

نوٹ: الوہیت یعنی عبادت کے ضمن میں فی زمانہ الا ماشاءاللہ مسلمانوں کی اکثریت کو ''دعا یعنی پکارنے'' پر غلط فہمی ہوئی ہے۔اسلئے عبادت کی اس شکل کو تفصیل سے ہم نے اپنی تحریر ''ظلم عظیم پر جامع رہنمائی '' باب ۵ اور ۶ بیان کر دیا ہے۔

زندگی کی یہ سب اہم حقیقت یعنی توحید کے ضمن میں مکار ابلیس کیا کیا شبہات پیدا کرتا ہے، کیسے کیسے مغالطوں میں مبتلا کر کے منزل کھوٹی کرتا ہے، آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحاریر:

(توحید کا جامع تصور، باب:۱۴)، (ظلم عظیم پر جامع رہنمائی: باب:۶)

اس تحریر میں اگر کوئی کمی بیشی ہوئی ہو تو، اُسے اللہ اپنے کمال فضل سے معاف فرمائے اور جن بھائیوں نے تعاون فرمایا اُن کے علم وعمل اور درجات میں اضافہ فرمائے۔اس کاوش کا بہترین اجر میرے پیارے والدین بالخصوص پیاری والدہ محترمہ مرحومہ کو عطا فرمائے اور انکی بخشش اور درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔(آمین)

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾

اللہ جل جلالہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اِس کی ہدایت دی اگر اللہ جل جلالہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔''

((وما توفیقی الاّ باللّٰہ))

۞۞۞۞۞

جلدی کریں!

ہماری زندگی اور موت کے مابین ایک غیر یقینی دیوار حائل ہے۔ ہر آن اندیشہ ہے کہ یہ دیوار ٹوٹ جائے اور آخرت کے حقائق ایک بے پناہ سیلاب کی طرح ہمارے اوپر پھٹ پڑیں۔ اُس وقت کوئی زور، کوئی ہوشیاری کام نہ آئے گی۔ انسان بالکل بے سہارہ ہو کر اپنے خالق کے سامنے کھڑا ہوگا ۔قرآنی احکامات سے دور، خودساختہ سوچ، فرقہ واریت اور مسلک پرستی کی بنا پر غلط عقائد وافعال پر گامزن، خواہشات کے رسیا، دنیا کی دلفریبیوں میں گم، آخرت سے غافل لوگ دائمی جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ صرف بچے گا وہ جس نے تعلیمات وحی کو من وعن سمجھا اور من وعن تسلیم کرلیا۔ اپنی سوچ، اپنے فرقے، گروہ، اپنے لیڈرز، اکابرین، امام، پیراور بزرگ حضرات کو حقیقی معنوں میں اللہ اوراسکے پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات کے تابع کرلیا۔ جس نے صبر کے ساتھ اپنی خواہشات کو قابو کرتے ہوئے، خالق کے سامنے پیش ہونے سے قبل دنیا کی زندگی میں اپنا حساب کرلیا ہوگا۔

اسلئے مکار ابلیس کے فریب سے بچیں اور جلد از جلد حقیقت تسلیم کر کے اپنی دنیا و آخرت کو بچالیں۔ جلدی کریں مہلت کا کچھ بھروسہ نہیں:

''اور (اَے لوگو !) پیروی کرو اُس بہترین شے (قرآنِ حکیم) کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اُتاری گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔ (اَیسا نہ ہو کہ) پھر تم کہنے لگو کہ ہائے افسوس! اُس غفلت پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اُڑانے والوں میں ہی رہا۔ یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں شامل ہوجاتا۔ یا (قیامت کے دن) عذاب کو دیکھ کر کہنے لگے اَے کاش ! کسی طرح مجھے (دنیا میں) دوبارہ بھیج دیا جائے تو میں بھی نیک لوگوں میں شامل ہوسکوں۔ (اللہ فرمائے گا:) ہاں ہاں! بے شک تیرے پاس میری آیات (قرآن) پہنچ چکی تھیں جنھیں تو نے جھٹلایا اور غرور و تکبر کیا اور تو اِنکار والوں میں ہی رہا۔''

(سورۃ الزمر، آیت: 59 - 55)

﴿حق کی تلاش میں: بطور نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ﴾

کتاب کا نام	مصنف کا نام	کتاب کا نام	مصنف کا نام
1۔تفاسیر قرآنی	قریباً ہر مکتبہ فکر کی	2۔شرح کتب احادیث	مختلف مکاتبِ فکر کی
3۔جاءالحق	مفتی احمد یار خان نعیمیؒ صاحب	4۔شرح صحیح مسلم/تبیان القرآن	غلام رسول سعیدی صاحب
5۔جملہ تصانیف	ابو یحیٰ (ریحان احمد یوسفی) صاحب	6۔جملہ تصانیف	ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ
7۔تلاش حق	نجم مصطفائی صاحب	8۔مزاراتِ اولیاء سے توسل	شاہ تراب الحق قادری صاحب
9۔غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا؟	مفتی اکمل قادری صاحب	10۔ توحید اور شرک	علامہ سعید احمد کاظمی صاحب
11۔حیات النبی، مسئلہ استغاثہ، الانتباہ للخوارج والحروراء	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب	12۔بزرگوں کے عقیدے	مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب
13۔میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوت اسلامی	ابو کلیم محمد صدیق صاحب	14۔توحیدِ خالص	الشیخ ابو محمد بدیع الدین راشدی صاحب
15۔الفتح الربانی، فتوح الغیب	پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ صاحب	16۔جملہ تصانیف	امام محمد غزالیؒ صاحب
17۔کشف المحجوب	سید بن علی عثمان ہجویریؒ صاحب	18۔رسالہ قشیریہ	امام ابوالقاسم قشیریؒ صاحب
19۔جملہ تصانیف	واصف علی واصفؒ، اشفاق احمدؒ	20۔جملہ تصانیف	پروفیسر خلیل الرحمٰن چشتی صاحب
21۔جملہ تصانیف	علامہ پیر سید نصیر الدین نصیرؒ صاحب	22۔شرک کیا ہے؟	محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب
23۔جملہ تصانیف متعلقہ شرک	علمائے عرب	24۔جملہ تصانیف	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب
25۔حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلیؒ صاحب	26۔شرک کے چور دروازے	حافظ محمد محمود الخضری صاحب
27۔کلمہ گو مشرک	ابوالحسن مبشر ربانی صاحب	28۔فضائل اعمال	شیخ زکریا سہارنپوری صاحبؒ
29۔اختلاف اُمت اور صراط مستقیم	مولانا یوسف لدھیانوی صاحبؒ	30۔جملہ تصانیف	حافظ زبیر علی زئی صاحب
31۔مکتوبات	حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ	32۔جملہ تصانیف	مولانا مودودی صاحبؒ
33۔حقیقت شرک	مولانا امین احسن اصلاحی صاحب	34۔صراط مستقیم وعقیدہ مسلم	سید سیف الرحمٰن، روشن صاحب
35۔تلبیس ابلیس	علامہ ابن جوزی صاحب	36۔شرک کی حقیقت	نور الحسن شاہ بخاری صاحب
36۔شیعت کا مقدمہ	حسن الامینی صاحب	37۔پھر میں ہدایت پا گیا	ڈاکٹر تیجانی سماوی صاحب
38۔المراجعات 39۔آئینِ وہابیت	عبد الحسین شرف الدین موسوی صاحب استاد جعفر سبحانی	40۔پاکستان کے دینی مسالک 41۔امت اسلامیہ کی شیرازہ بندی	جناب ثاقب اکبر صاحبؒ
42۔سیرۃ النعمان	علامہ شبلی نعمانی صاحبؒ	43۔امام اعظم اور علم الحدیث	مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ
44۔خودی سے خدا تک	محمد ناصر افتخار صاحب	45۔المحفوظون	حافظ عبدالوہاب صاحب

ہماری دعوت!

وہ مسلمان جنھیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، موجودہ دور میں انکی حالت تشویشناک ہے۔ مسلمان جدا جدا گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں، علیحدہ علیحدہ مساجد اور مکاتب بن چکے ہیں، جو جس گھرانے میں پیدا ہوا یا جس ماحول میں پرورش ہوئی وہی اسکا دین و مذہب بن گیا۔ لوگ اپنے پسندیدہ مسلک اور فرقے کو صحیح جبکہ باقیوں کو غلط سمجھتے ہیں۔ باہمی نفرت میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا نظر آرہا ہے۔ ان حالات میں ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ فرقوں سے بالاتر ہو کر سچائی کی بنیاد پر غلط اور صحیح کو واضح کیا جائے اس عزم کے ساتھ کہ:

☆ اللہ کے دین کو مسالک اور فرقوں پر ترجیح دی جائے۔

☆ جس مکتب فکر کی جتنی بات درست ہے اسے تسلیم کیا جائے اور غلط سے بچا جائے۔ صحیح بات جہاں سے بھی ملے اسے بلا چون و چراں تسلیم کیا جائے چاہے وہ ہماری اپنی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

☆ باہمی غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں کے مابین اتحاد و یکجہتی پیدا کی جائے۔

☆ شخصیات کا احترام کیا جائے لیکن اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو کائنات کے تمام لوگوں پر ترجیح دی جائے۔

رب کریم نے ہماری رہنمائی کے لیے فرمایا:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: 103)

ترجمہ: ''تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام، آیت:159)

''بیشک جنھوں نے دین میں فرقے بنائے اور گروہوں میں بٹ گئے آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد، پھر وہ انکو بتلائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

(Email: khidmat777@gmail.com)

ہماری اہم تحاریر

کتاب نمبر	ٹائٹل	کتاب نمبر	ٹائٹل
1	ہدایت: (ہدایت سے کیا مراد ہے اور ہدایت کسے نصیب ہوگی؟)	2	قرآن مجید کی حاکمیت: (احناف اور مالکیہ کے اُصولِ روایت کی روشنی میں عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ)
3	ہمارا اخلاقی زوال: (زوال کی بنیادی وجوہات اور نجات کا یقینی حل)	4	قرآن مجید سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟
5	راہِ فلاح کی پہلی بڑی گھاٹی: (دنیا پرستی اور نفس و شیطان کے حجابات پر حقائق)	6	رسالت کا حقیقی تصور: (راہِ فلاح کی دوسری گھاٹی: رسالت کے مقابلے میں آبا پرستی پر آگاہی)
7	توحید کا جامع تصور: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: شرک کے مقابلے میں توحید پر جامع رہنمائی)	8	عبادت کا معنی مفہوم: (تفہیم عبادت پر ایک اہم کتابچہ)
9	ظلم عظیم پر جامع رہنمائی: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: غلاظتِ شرک پر جامع رہنمائی)	10	کائنات سے خالق کائنات تک: (وجود خالق کے حیرت انگیز دلائل)
11	طاقتور ابلیسی دھوکے: (مکار ابلیس کی مزین کردہ انتہائی طاقتور چالوں سے آگاہی)	12	مجموعہ تحاریر: (مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر کا مجموعہ)
13	امت اسلامیہ کا اتحاد: (اتحاد و یکجہتی اور فرقہ واریت کی نحوست پر انتہائی اہم تحریر)		

کتابچے (Booklets)

عام لوگوں کیلئے اہم موضوعات پر ضخیم کتابوں کی بجائے کتابچوں کی شکل میں مختصر تحاریر

کتاب نمبر	ٹائٹل	کتاب نمبر	ٹائٹل
1	ایمان ایک زندہ حقیقت (انمول تحفہ)	2	زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟
3	مقصدِ حیات	4	انسانیت کی عظیم ترین آفت (خواہشِ نفس)
5	بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کی وجوہات؟	6	اوامر و نواہی کی لسٹ
7	تلاشِ رب (اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)	8	تلاشِ خالق (وجودِ خالق کے یقینی دلائل)
9	توحید (لا الٰہ الاّ اللہ)	10	رسالت (محمد الرسول اللہ)
11	حقوق العباد	12	پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل
13	پردہ: (پردہ کے ضمن میں مرد و عورت کیلئے قرآن و سنت کے احکامات)	14	اسلام کا قانونِ طلاق: (یک مجلسی تین طلاق کے ایک یا تین واقع ہونے پر اہم رہنمائی)

پمفلٹ اور بروشرز

مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر: پمفلٹ اور بروشرز وغیرہ۔

استفادہ کیلئے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغامِ حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

قرآنِ حکیم نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کرنے کا ایک عمومی مقصد بیان کیا ہے اور ایک خصوصی۔ عمومی مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نبی پر جو کتاب نازل کی گئی ہے، لوگوں کو اس کتاب پر لایا جائے تاکہ لوگ تعلیمات وحی کو ضابطہ حیات بنائیں، جیسے ہمارے لئے قرآن حکیم نازل کیا گیا۔ اور دوسری طرف ہمارے پیارے رسول ﷺ سمیت دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف آوری کا خصوصی مقصد (لا الہٰ الا اللہ) بیان ہوا ہے۔ یعنی ہر نوع کے شرک سے بچا کر لوگوں کو اللہ کی وحدانیت وعبادت پر لانا۔ قرآن گواہ ہے کہ ہر نبی نے اسی کلمہ کی تفہیم وتبیّن کو دعوت کی اولین بنیاد بنایا۔ یہی وہ عظیم کلمہ ہے جسے تسلیم کرنے سے انسان کفر سے اسلام میں داخل ہو پاتا ہے۔ لہٰذا ہونا تو یہی چاہئے تھا کہ آج بھی اہل اسلام کی مجالس، تقاریر وتبلیغ..... کی اولین بنیاد اس عظیم کلمہ کی تفہیم وتبیّن اور پاسداری ہوتی۔ لیکن افسوس کہ الا ماشاءاللہ امت مسلمہ کی اکثریت ابلیسی دھوکوں کی لپیٹ میں آ کر اس حقیقت سے بہت دور جا چکی ہے۔ یہ تحریر اسی عظیم کلمہ کی تفہیم وتبیّن پر کاوش کی ایک کڑی ہے۔ جلد از جلد آگاہی پا کر دوسروں کو بچانے کی فکر کریں۔

ہمارا عزم
(سچائی کی پیروی)

WWW.KHIDMATISLAM.COM
KHIDMAT777@GMAIL.COM

Designed By: عبدالواسع 0307-4122161